تصحیح شدہ جدید ایڈیشن

هدية المسلمين

نماز کے اہم مسائل

مع مکمل نمازِ نبوی

صلوا کما رأیتمونی أصلی

تالیف محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ   مراجعت حافظ ندیم ظہیر

هدیۃ المسلمین

نماز کے اہم مسائل

تصحیح شدہ جدید ایڈیشن | مع مکمل نمازِ نبوی

تالیف

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مراجعت

حافظ ندیم ظہیر

مکتبہ اسلامیہ

www.KitaboSunnat.com

هدیۃ المسلمین

نماز کے اہم مسائل

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2017ء
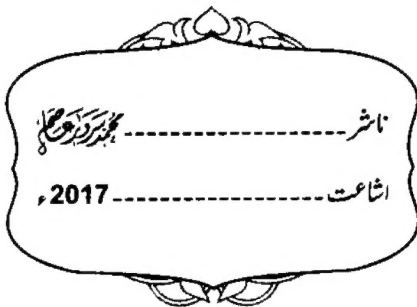
مکتبہ اسلامیہ

لاہور G/F-26 بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Ph 0300-8661763 , 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com
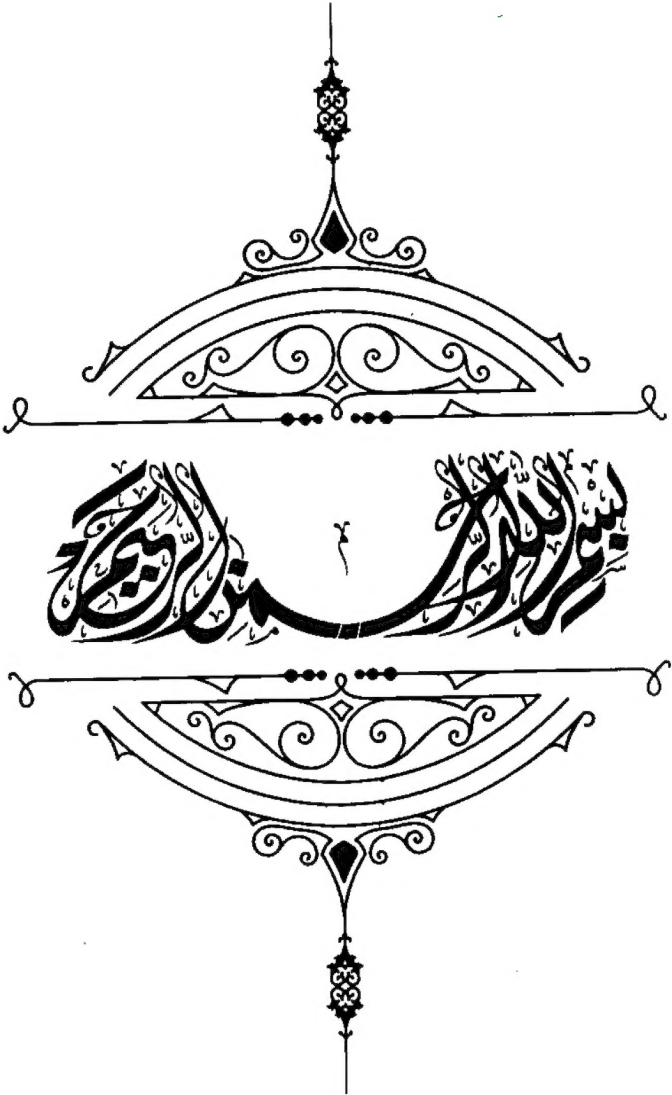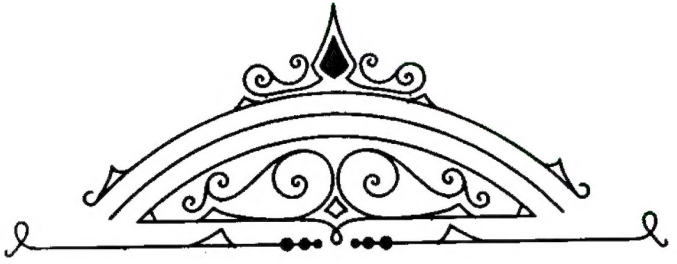
إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا
بے شک نماز مومنوں پر مقرر وقت پر فرض کی گئی ہے
سورہ النساء: 103

فہرست

حرف اول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْأَمِيْنَ ، أَمَّا بَعْدُ:

نماز کے بعض اہم مسائل سے متعلق ''ھدیۃ المسلمین'' ایک جامع ونافع تحریر ہے جو عرصہ دراز سے شائع ہوتی آ رہی ہے اور عوام وخواص میں یکساں مقبول بھی ہے۔ شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جہاں ان کی غیر مطبوع تالیفات وتحقیقات پر کام جاری ہے اور بتدریج وہ منظر عام پر آتی رہیں گی (ان شاء اللہ) وہاں مطبوع کتب کو بھی از سرنو، بعد از تصحیح وتنقیح شائع کیا جا رہا ہے تا کہ قاری ہر اعتبار سے، بغیر کسی تشنگی کے اپنی علمی پیاس بجھانے کا سامان کر سکے، زیر نظر کاوش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس ایڈیشن میں تمام احادیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں، بعض وضاحت طلب مقامات پر حاشیے میں یا بریکٹ کی صورت میں توضیح کر دی گئی ہے۔ سابقہ طباعت میں اگر کوئی تسامح ہوا یا پروف ریڈنگ کی غلطی رہ گئی تھی تو حتی الامکان اس کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ وللہ الحمد۔

ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہے، لیکن انسان کا کوئی کام بھی حرف آخر نہیں ہو سکتا، بہتری یا اصلاح کی گنجائش بہر صورت باقی رہتی ہے، لہٰذا اہم احباب سے عرض پرداز ہیں کہ اس سلسلے میں اپنی رائے اور قیمتی مشوروں سے ضرور نوازتے رہیں۔

راقم الحروف حافظ شیر محمد الاثری، مولانا محمد سرور عاصم اور نصیر احمد کاشف حفظہم اللہ کا ممنون ہے جنھوں نے ہمیشہ ان علمی امور کی تکمیل میں حوصلہ افزائی فرمائی اور تعاون کیا۔

اسی طرح نعیم طارق اور عبدالواسع صاحب بھی شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے خوبصورت ٹائٹل اور بہترین ڈیزائنگ کی۔ جزاھم اللہ خیراً۔

اللہ رب العزت یہ کتاب ہمارے استاذ محترم رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور تمام معاونین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

حافظ ندیم ظہیر
مدیر ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو
14 جنوری 2017ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا حافظ زبیر علی زئی (حفظہ اللہ) جماعت اہلِ حدیث کے نامور فاضل، محقق عالم اور کامیاب مناظر ہیں، تحقیقِ حدیث ان کا خاص موضوع ہے، حمیتِ حدیث ان کا امتیاز اور صیانتِ حدیث ان کا مقصدِ حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی اور جہاں کہیں سے بھی حدیث پر حملہ ہو، چاہے وہ انکار کی صورت میں ہو یا دُور از کار تاویل کی صورت میں یا لفظی ومعنوی تحریف کی صورت میں، موصوف بے قرار ہو جاتے ہیں اور ان کا خارا شگاف قلم حرکت میں آجاتا ہے۔

چنانچہ مولانا موصوف کی اب تک جتنی بھی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، وہ سب مذکورہ عموم مسائی ہی کے ردو ابطال میں ہیں اور ان کے جذبۂ صیانت وحمایتِ حدیث کے جذبے کی مظہر ہیں، زیر تبصرہ کتاب بھی جس میں انہوں نے نبی ﷺ کی چالیس مستند حدیثیں مع فوائد وتشریحات جمع کی ہیں، ایک ایسے صاحب کے جواب میں ہے جنھوں نے چالیس حدیثیں ایک کتاب میں جمع کر کے شائع کیں اور ان سے حنفی نماز کو نمازِ نبوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم، ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، کیونکہ وہ حدیثیں ضعیف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔

مولانا زبیر علی زئی صاحب کی اس مختصر تالیف سے مسنون نماز کے بیشتر مسائل کی توضیح بھی ہو جاتی ہے اور نمازِ نبوی کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا اس کی نقاب کشائی بھی۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ.

حافظ صلاح الدین یوسف

(ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق جولائی ۱۹۸۸ء)

مقدمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْأَمِيْنَ ، أَمَّا بَعْدُ:

مسلمان کی قرآن وحدیث سے محبت ایک فطری امر ہے، لیکن اس امر کو قرآن وسنت کے مطابق اعمال کے قالب میں ڈھالنا واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور [اس کے] رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔" (محمد : ۳۳)

اور یہ محبت کا تقاضا بھی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾

"آپ (ﷺ) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔" (آل عمران : ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی کسوٹی اتباعِ رسول ﷺ کو ہی قرار دیا ہے۔

فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

"تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں اور اس فیصلے پر پوری طرح سرِ تسلیم خم کردیں۔" (النسآء : ٦٥)

افسوس! کہ ہمارے ہاں ایک گروہ کو مسلکی حمیت، شخصیت پرستی، بغض وعناد، تقلیدی

بندھن اور ہٹ دھرمی نے ان آیاتِ قرآنیہ کو بالائے طاق رکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ایک غیر اہلِ حدیث "صاحب" فرماتے ہیں: "اَلْحَقُّ وَالْإِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيْحَ لِلشَّافِعِيِّ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَ نَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدُ إِمَامِنَا أَبِي حَنِيْفَةَ"

حق اور انصاف یہی ہے کہ اس مسئلہ میں شافعی (مسلک) کو ترجیح دی جائے اور (چونکہ) ہم مقلد ہیں، لہٰذا ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ ①

ایسے ہی ان کے ایک "بزرگ" ایک صحیح حدیث کا جواب چودہ سال تک سوچتے رہے تھے۔ دیکھئے یہی کتاب (ح ۲۶۷) شخصیت پرستی و مسلکی حمیت اُن اسباب میں سے ایک سبب ہے جو دین سے دور اور گمراہی کے قریب تر کر دیتا ہے، اسی لیے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "أَمَّا الْعَالِمُ فَإِنِ اهْتَدٰى فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ".

عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ ②

زیرِ نظر کتاب "ہدیۃ المسلمین" فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی، نماز سے متعلقہ مسائل پر جامع اور ایک رہنما تالیف ہے جو کہ "چالیس حدیثیں از محمد الیاس" کے جواب میں لکھی گئی ہے، کیونکہ الیاس صاحب (تقلیدی) نے ضعیف و غیر صحیح روایات کا سہارا لے کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور عوام میں یہ تاثر پھیلایا کہ یہی "طریقۂ نماز" درست ہے جیسا کہ وہ چالیس حدیثیں کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدینہ منورہ کے پاکیزہ ماحول میں لکھی گئی کتاب۔"

عرض ہے کہ جھوٹ، جھوٹ ہی رہتا ہے خواہ مدینہ میں بولا یا لکھا جائے خواہ ہندوستان میں! بطورِ نمونہ (الیاس صاحب کا) ایک جھوٹ اور ایک خیانت پیشِ خدمت ہے:

جھوٹ: گردن پر مسح کے بارے میں ایک (ضعیف) حدیث لکھنے کے بعد (الیاس صاحب) رقم طراز ہیں: "شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس حدیث

① [تقریر ترمذی: ص، ۳۹] ② [کتاب الزهد للامام وكيع: ۱/ ۳۰۰، ح:۷۲؛ جامع بيان العلم و فضله لابن عبدالبر: ۲/ ۱۳۶، واللفظ له وسنده حسن]

کو صحیح کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔'' (ص ٦)

یہ صریح جھوٹ ہے، کیونکہ التلخیص الحبیر کے محولہ صفحہ پر یہ عبارت (کہ صحیح قرار دیا ہے) موجود نہیں ہے بلکہ نیل الاوطار (۲/۱۶۴ طبع بیروت) میں تو اس پر جرح بھی موجود ہے۔

خیانت: کانوں تک رفع الیدین ثابت کرنے کے لیے صحیح مسلم (۱/۱۶۸ ح ۳۹۱) سے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھ کر دانستہ وہ حصہ حذف کر دیا جس سے قبل الرکوع وبعدہ رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے۔①

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ (البقرۃ: ۸۵)

''کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟''

سابقہ اڈیشن: یہ کتاب اپنی افادیت کے پیشِ نظر اس سے قبل شائع ہو چکی ہے، جس کے ناشر مولانا محمد افضل اثری حفظہ اللہ، آف کراچی ہیں۔ لیکن کتاب کے سابقہ ایڈیشن میں اثری صاحب نے اپنی طرف سے حواشی بھی لکھے تھے۔ جب استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اطلاع ملی کہ اثری صاحب کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو استاذ محترم نے دوٹوک الفاظ میں پیغام بھیجا کہ میری کتاب پر قطعاً حاشیہ نگاری نہ کی جائے، اگر ان کو لکھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی علیحدہ کتاب لکھ لیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے حاشیہ لکھ کر کتاب کو شائع کر دیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بنام ''ناشر ہدیۃ المسلمین'' کے حواشی پر تبصرہ'' لکھا تھا جو کہ حاضر خدمت ہے:

''حاشیہ ص ۱۲: "صالح بن محمد الترمذي قال: سمعت أبا مقاتل السمرقندی " إلخ

تبصرہ: اس کا راوی صالح بن محمد، مرجئی، دجال من الدجاجلة ہے، یہ شخص خمر (شراب) کو پینا جائز سمجھتا تھا۔②

اور دوسرا راوی حفص بن مسلم ابو مقاتل السمرقندی بھی سخت مجروح ہے۔③

---

① دیکھئے: چالیس حدیثیں، ص: ۹، ح: ۹۔ ② دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۳۰۰۔
③ دیکھئے: لسان المیزان: ۲/ ۳۹۲، ۳۹۳۔

راقم الحروف نے ''ہدایہ'' کا حوالہ حنفیوں و دیوبندیوں اور بریلویوں پر بطورِ الزام پیش کیا ہے، بطورِ حجت نہیں، ان کے نزدیک ہدایہ انتہائی مستند کتاب ہے۔

حاشیہ ص ۵۶: ''تین رکعات وتر ایک سلام اور ایک تشہد'' الخ

تبصرہ: ناشر کے محولہ صفحات میں ایسی کوئی صحیح روایت نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو، سنن نسائی کی تبویب ان کے لیے چنداں مفید نہیں ہے کیونکہ "يصلي ثلاثا" کی تشریح ۲+۱ ہے، جیسا کہ اسی روایت کی دوسری سند میں صراحت ہے۔ والحديث يفسر بعضه بعضًا

حاشیہ ص ۶۲: ''زوائد تکبیرات'' الخ

تبصرہ: حدیث صحیح کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہ رفع الیدین بالکل صحیح ہے۔

حاشیہ ص ۶۶، ۱۰۷، ۱۱۲: ''تحدید مدتِ سفر برائے قصر نماز''

تبصرہ: ناشر کی تحقیق مشکوک ہے ان کی پیش کردہ روایات کا، ان کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حاشیہ ص ۸۰: ''جواز ہے۔''

تبصرہ: یہ حاشیہ فضول ہے اسے کاٹ دیں۔

حاشیہ ص ۹۷ تا ۱۰۶: ''رفع الیدین در زوائد تکبیرات عیدین۔''

تبصرہ: ابن اخی الزہری صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، لہٰذا ان کی حدیث صحیح لذاتہ ہے، الزبیدی نے بقیہ کی روایت میں ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ بقیہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور جب سماع کی تصریح کریں تو عند جمہور المحدثین ثقہ ہیں۔ اس حدیث کے عموم سے استدلال امام بیہقی و امام ابن منذر وغیرہما کے نزدیک صحیح ہے۔ ص ۹۷ پر حافظ ابن حجر کی بات التلخیص الحبیر میں موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ اثری صاحب کا وہم ہے۔ راقم الحروف اثری صاحب کے حواشی سے براءت کا اعلان کرتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

(۷/۱۰/۱۹۹۹ء)

لہٰذا سابقہ ایڈیشن کو اب کالعدم تصور کیا جائے۔

جدید ایڈیشن: اس ایڈیشن میں کتاب کے ظاہری و باطنی حسن کو دوبالا کیا گیا ہے اور احادیث کو ترقیم کی صورت میں واضح کر دیا گیا ہے، آخر میں مختصر صحیح نمازِ نبوی ﷺ کے اضافے نے کتاب کی جامعیت وافادیت کو مزید چار چاند لگا دیے ہیں، کتابِ مذکور ہر لحاظ سے ''نماز سے متعلقہ مسائل'' کو محیط ہے۔ والحمدللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے استاذ محترم کو عافیت وصحت سے نوازے اور ہر قسم کے مصائب ومشکلات سے محفوظ رکھے تاکہ تادیر قرآن وحدیث کی تبلیغ، ترویج اور اشاعت کا یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ آمین

[تنبیہ: ہدیۃ المسلمین کے اس جدید ایڈیشن میں کئی مقامات پر کمی بیشی اور اصلاح کر دی گئی ہے تاکہ قارئینِ کرام تک زیادہ سے زیادہ معلومات، علمی فوائد اور تحقیقی تراجعات پہنچ جائیں۔ والحمد للہ]

والسلام

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل الحدیث تربیلہ روڈ حضرو، ضلع اٹک

(۵/۸/۲۰۰۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْأَمِيْنَ ، أَمَّا بَعْدُ:

"هَدِيَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ" فِيْ جَمْعِ الْأَرْبَعِيْنَ مِنْ صَلٰوةِ خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ (ﷺ)

نیت کی فرضیت

حدیث:1 عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ......» إلخ .

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے......''

فوائد:

❶ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وضو، غسل جنابت، نماز وغیرہ میں نیت کرنا فرض ہے، اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔① سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے۔ ان کے نزدیک وضو اور غسل جنابت میں نیت واجب نہیں، سنت ہے۔②

یہ حنفی فتویٰ درج بالا حدیث اور دیگر دلائل شرعیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

❷ یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے نیت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں، قصد وارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں۔''③،④

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''زبان سے نیت کرنا نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت

1۔ صحیح البخاری: ١/ ٢، ح: ١، واللفظ له وصحیح مسلم: ٢/ ١٤٠، ح: ١٩٠٧۔

① دیکھئے: الایضاح عن معانی الصحاح لابن هبیرة، ج: ١، ص: ٥٦۔

② الهدایة مع الدرایة، ج: ١، ص: ٢٠ کتاب الطهارات۔

③ اسی پر عقل والوں کا اجماع ہے۔ (ایضاً) ④ الفتاوی الکبریٰ، ج: ١، ص: ١۔

ہے نہ کسی صحابی سے، نہ تابعی سے اور نہ ائمہ اربعہ (☆) سے"[1]

لہٰذا زبان سے نیت کی ادائیگی بے اصل ہے، یہ کس قدر افسوس ناک عجوبہ ہے کہ دل سے نیت کرنا واجب ہے، مگر اس کا درجہ کم کر کے اسے محض سنت قرار دیا گیا اور زبان سے نیت کہنا بے اصل ہے مگر اسے ایسا "مستحب" بنا دیا گیا جس پر امرِ واجب کی طرح، پوری شدومد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔

3 کسی عمل کے عنداللہ مقبول ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱: عامل کا عقیدہ کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔

۲: عمل اور طریقہ کار بھی کتاب وسنت کے مطابق ہو۔

۳: اس عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لیے سرانجام دیا جائے۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے: "بِسْمِ اللّٰهِ مُوَجِّهًا لِبَيْتِ اللّٰهِ مُؤَدِّيًا لِفَرْضِ اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ) اَللّٰهُ أَكْبَرُ"[2]

پڑھ لیتے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ نیت ائمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمہم اللہ) سے ثابت نہیں اور مذکورہ دلائل کی بنا پر اس سے اجتناب ہی ضروری ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

---

[1] زاد المعاد، ج: ١، ص: ٢٠١۔

[2] المعجم لابن المقرئ، ص: ١٢١، ح: ٣٣٦ وسنده صحيح، قَالَ: "أَخْبَرَنَا ابْنُ خُزَيْمَةَ: ثَنَا الرَّبِيعُ قَالَ: كَانَ الشَّافِعِيُّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فِي الصَّلٰوةِ......"

وضو کا طریقہ

حدیث:2 عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ...... إلخ .

حمران مولیٰ سیدنا عثمان نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (وضو کرتے ہوئے) دیکھا: آپ نے (پانی کا) برتن منگوایا، اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین دفعہ پانی بہایا اور انہیں دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا (تین دفعہ) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا اور تین دفعہ (ہی) دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، پھر آپ نے سر کا مسح کیا، پھر تین دفعہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے ...... الخ" اور (پھر وضو کی) اس (کیفیت) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

فوائد:

1. وضو کا یہ طریقہ افضل ہے، تاہم اعضاء کا ایک ایک یا دو دو دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔[1]
   بعض اعضاء کو دو دفعہ اور بعض کو تین دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔[2]
2. وضو میں پورے سر کا مسح مشروع ہے، جیسا کہ درج بالا حدیث اور حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ [3] سے ثابت ہے، بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، عمامہ والی روایت عمامہ کے ساتھ ہی مختص ہے، اس لیے منکرین مسح

2۔ صحیح البخاری: ۱/ ۲۷، ۲۸، ح: ۱۵۹؛ صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۹، ۱۲۰، ح: ۲۲۶۔
(1) دیکھئے: صحیح البخاری: ۱/ ۲۷، ح: ۱۵۷، ۱۵۸۔
(2) دیکھئے: صحیح بخاری: ۱۸۶۔ (3) صحیح البخاری: ۱/ ۳۲ ح ۱۹۲۔

عمامہ کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ ①

3 وضو کے دوران میں کوئی دعا پڑھنا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔ امام نسائی کی کتاب عمل الیوم واللیلۃ (۸۰) کی ایک روایت (الکبریٰ للنسائی ۶/۲۴ ح ۹۹۰۸) میں آیا ہے کہ (سیدنا) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نبی ﷺ کے پاس آیا آپ نے وضو کیا، پس میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ»

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ابومجلز نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ ②

دوسرے یہ کہ اس (ضعیف روایت) کا تعلق بعد از وضو ہے، جیسا کہ مسند احمد (۴/۳۹۹ ح ۱۹۸۰۳) وغیرہ میں صراحت ہے۔

4 صحیح بخاری (۱۸۵) وصحیح مسلم (۲۳۵) کی حدیث کی رُو سے ایک ہی چلو سے منہ اور ناک میں پانی ڈالنا بہتر ہے اور اگر منہ میں علیحدہ اور ناک میں علیحدہ چلو سے پانی ڈالا جائے تو بھی جائز ہے۔ ③

5 مزید تفصیل کے لیے دیکھئے میری کتاب ''مختصر صحیح نمازِ نبوی'' (ص ۵۔۸)

اور یہی کتاب (ص ۹۴۔۹۷)

---

① دیکھئے: حدیث: ۳ حاشیۃ: ٦ ۔

② دیکھئے: نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار لابن حجر: ۱/ ۲٦۳، وقال في رواية أبي مجلز عن أبي موسى رضي الله عنه: "ففي سماعه من أبي موسى نظر"

③ دیکھئے: التاريخ الكبير لابن أبي خيثمه، ص: ۵۸۸، ح: ۱٤۱۰، وسنده حسن۔

کانوں کا مسح

حدیث:3 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ۔ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، وَفِيْهِ۔ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ، ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَأُذُنَيْهِ. . . . إلخ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے....: پھر آپ نے ایک چلو پانی لے کر اسے بہا یا، پھر سر اور کانوں کا مسح کیا.... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے نبی کریم ﷺ سے (مرفوعاً) بیان کیا ہے۔

اس کی سند حسن ہے، اسے حاکم نے بھی مستدرک (۱/ ۱۴۷) میں روایت کیا ہے، علاوہ ازیں کتبِ احادیث میں اس کے متعدد شواہد ہیں۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرنا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب وضو کرتے تو شہادت والی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے (اوران کے ساتھ دونوں کانوں کے) اندرونی حصوں کا مسح کرتے اور انگوٹھوں کے ساتھ باہر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔ ①

❷ صحیح وحسن احادیث میں سر اور کانوں کے مسح کا ذکر ہے لیکن (سر کے مسح کے بعد الٹے ہاتھوں سے) گردن کے مسح کا ذکر نہیں۔

❸ التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۹۳ ح ۹۸) میں ابوالحسین ابن فارس کے جزء سے بلا سند عن فلیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر منقول ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِيَدَيْهِ عَلَى عُنُقِهِ، وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ”جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں

3۔ سنن أبي داود، المجتبائیہ: ۱/ ۲۰، ح:۱۳۷۔

① مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۱۸، ح: ۱۷۳، وسنده صحيح۔

سے گردن کا مسح کیا، روزِ قیامت گردن میں طوق پہنائے جانے سے بچ جائے گا۔"

اس روایت کو اگرچہ ابن فارس نے: "هَذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ" کہا ہے، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بَيْنَ ابْنِ فَارِسٍ وَفُلَيْحٍ مَفَازَةٌ، فَيُنْظَرُ فِيْهَا"

ابن فارس اور فلیح کے درمیان وہ بیابان ہے جس میں پانی نہیں ہے، پس اس کی ابن فارس سے فلیح تک سند دیکھنی چاہیے (یعنی یہ روایت بلاسند ہے، چونکہ دین کا دارومدار اسانید پر ہے، لہٰذا یہ بے سند روایت سخت مردود ہے)

4 "چالیس حدیثیں" کے مصنف محمد الیاس صاحب نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ "حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر میں اس روایت کو صحیح لکھا ہے۔"

5 محمد الیاس تقلیدی صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے: "علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی (یعنی اسے صحیح) لکھا ہے۔"[1]

حالانکہ نیل الاوطار میں اس پر جرح موجود ہے۔[2]

6 نبی کریم ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔[3]

اس کے برعکس ہدایہ (ج۱ ص۴۴) میں لکھا ہوا ہے کہ عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

ہدایہ کا یہ فتویٰ صحیح بخاری کی حدیثِ رسول ﷺ کے مقابلے میں مردود ہے۔

---

① چالیس حدیثیں، ص: ٦۔

② ج ١ ص ١٦٤، طبع بیروت لبنان۔

③ صحیح البخاری، ج: ١، ص: ٣٣، ح: ٢٠٥۔

وضو میں جرابوں پر مسح

حدیث:4 عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً..... أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ.

سیدنا ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی...... انہیں حکم دیا کہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم کرنے والی اشیاء (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ دونوں نے صحیح کہا ہے۔ ①

اس حدیث پر امام احمد رحمہ اللہ کی جرح کے جواب کے لیے نصب الرایہ (ج ۱ ص ۱۶۵) وغیرہ دیکھیں۔

فوائد: امام ابوداود السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَ أَبُوْ أُمَامَةَ وَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ، وَرُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عَبَّاسٍ"

علی بن ابی طالب، ابومسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے (رضی اللہ عنہم) ②

صحابہ کرام کے یہ آثار مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۸، ۱۸۹) مصنف عبدالرزاق (۱/ ۱۹۹، ۲۰۰) محلی ابن حزم (۸۴/۲) الکنیٰ للدولابی (۱/۱۸۱) وغیرہ میں باسند موجود ہیں۔

4- سنن أبي داود، ج: ١، ص: ٢١، ح: ١٤٦۔

① المستدرك والتلخيص، ج: ١، ص: ١٦٩، ح: ٦٠٢۔

② سنن أبي داود: ١/ ٢٤، ح: ١٥٩ ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر الاوسط لابن المنذر (ج ۱ ص ۴۶۲) میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: "وَلأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَسَحُوا عَلَى الْجَوارِبِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فِي عَصْرِهِمْ فَكَانَ إِجْمَاعًا" اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا، لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔ ①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں جن میں سے ایک کا ذکر شروع باب میں گزر چکا ہے۔

خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی اور نافع رحمہ اللہ وغیرہم سے مروی ہے۔ جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں، ان کے پاس قرآن، حدیث اور اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے۔

❶ امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْوَهَابِ: ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ: ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ مَرْدَانِبَةَ : ثَنَا الْوَلِيْدُ بْنِ سَرِيْعٍ، عَنْ عَمْرِو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ"

سیدنا عمرو بن حریث (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے دیکھا کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ ②

اس کی سند صحیح ہے۔

❷ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ ③

❸ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ ④

❹ سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ ⑤

---

① المغني: ١ / ١٨١ ، مسئله: ٤٢٦۔

② الاوسط ، ج: ١ ، ص: ٤٦٢ ، وفی الاصل: مردانية وهو خطأ مطبعی۔

③ دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة (١/ ١٨٨ ح ١٩٧٩) وسنده حسن۔

④ دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة (١/ ١٨٩ ح ١٩٨٤) وسنده صحيح۔

⑤ دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة (١/ ١٨٩ ح ١٩٨٧) اور اس کی سند صحیح ہے۔

5 سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ ①

ابن منذر نے کہا: (امام) اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ''صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' ②

تقریباً یہی بات ابن حزم نے کہی ہے۔ ③

ابن قدامہ کا قول سابقہ صفحے پر گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اجماع (بذاتِ خود مستقل) شرعی حجت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔'' ④

مزید معلومات:

1 ابراہیم النخعی رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ ⑤

اس کی سند صحیح ہے۔

2 سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ ⑥

اس کی سند صحیح ہے۔

3 عطاء بن ابی رباح جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ ⑦

معلوم ہوا کہ تابعین کا بھی جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔ والحمدللہ

۱: قاضی ابو یوسف جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ ⑧

---

① دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۱۸۹ ح ۱۹۹۰) وسنده حسن۔
② الاوسط لابن المنذر: ۱/ ٤٦٤، ٤٦٥۔
③ المحلی ۲/ ۸٦، مسئله نمبر ۲۱۲۔ ④ المستدرك للحاكم: ۱/ ۱۱٦، ح: ۳۹۷، ۳۹۸، و سنده صحيح۔ نیز دیکھئے: "ابراء اهل الحديث والقرآن مما في الشواهد من التهمة والبهتان" ص: ۳۲، تصنیف حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۷ھ)۔ ⑤ مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۱۸۸ ح ۱۹۷۷۔
⑥ ایضًا ۱/ ۱۸۹، ح: ۱۹۸۹۔ ⑦ المحلیٰ ۲/ ۸٦۔
⑧ الهداية، ج: ۱، ص: ٦۱۔

۲: محمد بن الحسن الشیبانی بھی جرابوں پر مسح کا قائل تھا۔①

۳: آگے آرہا ہے کہ امام ابوحنیفہ پہلے جرابوں پر مسح کے قائل نہیں تھے لیکن بعد میں انہوں نے رجوع کرلیا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان الثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) جرابوں پر مسح کے قائل تھے (بشرطیکہ وہ موٹی ہوں۔)②

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''باقی رہا صحابہ کا عمل، تو ان سے مسح جراب ثابت ہے، اور تیرہ صحابہ کرام کے نام صراحۃ سے معلوم ہیں، کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے......''③

لہٰذا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جرابوں پر مسح کے خلاف فتویٰ اجماع صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جورب: سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔④

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خفین (موزوں) جوربین مجلدین اور جوربین منعلین پر مسح کے قائل تھے مگر جوربین (جرابوں) پر مسح کے قائل نہیں تھے۔

ملا مرغینانی لکھتے ہیں: "وَعَنْهُ أَنَّهُ رُجُوْعٌ إِلَى قَوْلِهِمَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى"

اور امام صاحب سے مروی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کرلیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔⑤

صحیح احادیث، اجماع صحابہ، قول ابی حنیفہ اور مفتی بہ قول کے مقابلے میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں، جبکہ اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

---

① ایضًا ۱/ ٦١ باب المسح علی الخفین۔ ② دیکھئے: سنن الترمذی، ح: ۹۹۔

③ فتاویٰ نذیریہ، ج: ۱، ص: ۳۳۲۔

④ درس ترمذی، ج: ۱، ص: ۳۳٤، تصنیف محمد تقی عثمانی دیوبندی، نیز دیکھئے: البنایۃ فی شرح الهدایۃ للعینی، ج: ۱، ص: ۵۹۷۔ ⑤ الهدایۃ: ۱/ ٦١۔

اول وقت نماز پڑھنے کی فضیلت

حدیث:5 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «**الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا**».

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اول وقت میں نماز پڑھنا۔“

فوائد:

❶ اس صحیح حدیث سے اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صحابیِ رسول: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہترین اور فضیلت والے عمل کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اول وقت میں نماز پڑھنے کو افضل عمل قرار دیا۔

❷ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے اعمال کی جستجو میں رہتے تھے جو بہترین اور افضل ہوں تاکہ وہ ایسے اعمال سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام حاصل کرسکیں۔

❸ تاخیر سے نماز پڑھنا سنتِ رسول ﷺ اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے اور یہ منافقین کا طرزِ عمل ہے کہ وہ نمازیں دیر سے پڑھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ**» ”یہ (تاخیر سے [عصر کی] نماز پڑھنا) منافق کی نماز ہے۔“[1]

5۔ صحیح ابن خزیمۃ ١/ ١٦٩، ح: ٣٢٧؛ صحیح ابن حبان، موارد الظمآن: ١/ ٤٢٨، ح: ٢٨٠ وسندہ صحیح۔اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے، المستدرك وتلخیصة، ج: ١، ص: ١٨٨، ١٨٩، ح: ٦٧٥۔

[1] صحیح مسلم ١/ ٢٢٥ ح ٦٢٢۔

نماز ظہر کا وقت

حدیث:6 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ، فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

فوائد:

1. اس روایت اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور ظہر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے۔
2. اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔[1]
3. جن روایات میں آیا ہے کہ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، ان تمام احادیث کا تعلق سفر کے ساتھ ہے، حضر (گھر، جائے سکونت) کے ساتھ نہیں، جیسا کہ صحیح البخاری (ج ۱ ص ۷۷ ح ۵۳۹) کی حدیث سے ثابت ہے۔ جو حضرات سفر والی روایات کو حدیث بالا وغیرہ کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں، ان کا موقف درست نہیں۔ انہیں چاہیے کہ یہ ثابت کریں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھی ہے۔!؟
4. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھو۔[2]

6۔ صحیح البخاري: ۱/ ۷۷، ح: ۵٤۲، واللفظ له وصحیح مسلم: ۱/ ۲۲۵ ح ۲۲۰۔

[1] الافصاح لابن هبیرۃ ج ۱ ص ۷٦۔

[2] موطأ امام مالك ۱/ ۸ ح ۹ وسنده صحیح۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال سے لے کر ایک مثل تک پڑھ سکتے ہیں، یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے التعلیق الممجد (ص ۴۱ حاشیہ ۹) میں اس موقوف اثر کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ اس ''اثر'' کے آخری حصے ''فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر'' کی دیوبندی اور بریلوی دونوں فریق مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ حصہ ان کے مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

5 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ظہر کے وقت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب دوپہر کو سورج ڈھل جائے اور سایہ تسمے جتنا ہو جائے تو ظہر قائم ہوگئی۔[1]

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے کہ ظہر کا وقت سورج کے زوال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

6 سُوید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لیے تیار ہوگئے، مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ ہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت میں نماز ظہر ادا کرتے تھے۔[2]

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة ١/ ٣٢٣ ح ٣٢٧٠ وسنده صحيح۔
[2] مصنف ابن أبي شيبة ١/ ٣٢٣ ح ٣٢٧١ وسنده حسن۔

نماز عصر کا وقت

حدیث:7 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: «أَمَّنِي جِبْرِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ...... ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهِ......»

(سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل (علیہ السلام) نے بیت اللہ کے قریب مجھے دو دفعہ نماز پڑھائی...... پھر انہوں نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا......''۔

اس روایت کی سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (ح ۳۵۲) ابن حبان (ح ۲۷۹) ابن الجارود (ح ۱۴۹) الحاکم (ج ۱ ص ۱۹۳) ابن عبدالبر، ابوبکر ابن العربی اور النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔①

بغوی اور نیموی نے بھی حسن کہا ہے۔②

فوائد:

❶ اس روایت اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر شروع ہو جاتا ہے، ان احادیث کے مقابلے میں کسی ایک بھی صحیح یا حسن روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔

❷ [عصر کا وقت ایک مثل پر شروع ہو جاتا ہے، یہ ائمہ ثلاثہ (مالک، شافعی، احمد) اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی وغیرہ کا مسلک ہے۔③

❸ سنن ابی داود کی ایک روایت ہے: '' آپ عصر کی نماز دیر سے پڑھتے تا آنکہ سورج

7۔ سنن الترمذي: ۱/ ۳۸، ۳۹، ح: ۱٤۹ وقال: "حديث ابن عباس حديث حسن"۔

① نيل المقصود في التعليق على سنن أبي داود، ح: ۳۹۳۔

② دیکھئے: آثار السنن، ص: ۸۹، ح: ۱۹٤۔ ③ دیکھئے رشید احمد گنگوہی کے افادات والی کتاب "الکوکب الدری" (ج: ۱، ص: ۹۰ حاشیۃ) اور الاوسط لابن المنذر (۲/ ۳۲۹)]

صاف اور سفید ہوتا۔'' ①

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، محمد بن یزید الیمامی اور اس کا استاد یزید بن عبدالرحمٰن دونوں مجہول ہیں۔ ②

لہٰذا ایسی ضعیف روایت کو ایک مثل والی صحیح احادیث کے خلاف پیش کرنا انتہائی غلط و قابلِ مذمت ہے۔

4 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول: ''جب (سایہ) دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھ'' کا مطلب یہ ہے کہ دو مثل تک عصر کی (افضل) نماز پڑھ سکتے ہو۔ ③

5 ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہودیوں نے دوپہر (نصف النہار) تک عمل کیا، عیسائیوں نے دوپہر سے عصر تک عمل کیا اور مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک عمل کیا تو مسلمانوں کو دوہرا اجر ملا۔ ④

بعض لوگ اس سے استدلال کر کے عصر کی نماز لیٹ پڑھتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کا دوہرا اجر (رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزرنے والے) تمام یہود و نصاریٰ کے مجموعی مقابلے میں ہے۔ حضرو کے دیوبندی ''دائمی نقشہ اوقاتِ نماز'' کے مطابق سال کے دو سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے دنوں کی تفصیل (حضرو کے وقت کے مطابق) درج ذیل ہے:

[۲۲ جون] دوپہر ۱۱۔۱۲ مثل اول ۵۶۔۳ (فرق ۴۵۔۳)
غروب آفتاب ۲۴۔۷ (فرق ۲۸۔۳)

[۲۲ دسمبر] دوپہر ۰۸۔۱۲ مثل اول ۴۷۔۲ (فرق ۳۹۔۲)
غروب آفتاب ۰۵۔۵ (فرق ۱۸۔۲)

اس حساب سے بھی عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہوتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے بعض الناس کا استدلال مردود ہے۔

---

① ۱/ ۶۵، ح: ۴۰۸۔ ② دیکھئے: تقریب التہذیب: ۶۴۰۴، ۷۷۴۷۔
③ دیکھئے: التعلیق الممجد، ص: ۴۱ حاشیة: ۹ اور سابق حدیث: ۶۔
④ دیکھئے: صحیح بخاری: ۵۵۷۔

نماز فجر کا وقت

حدیث:8 عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ، يَعْنِي آيَةً.

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ پھر آپ اور آپ کے ساتھی (فجر کی نماز) کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، میں (قتادہ تابعی/یا انس رضی اللہ عنہ) نے ان (انس رضی اللہ عنہ/یا زید رضی اللہ عنہ) سے کہا: سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: پچاس یا ساٹھ آیات (کی تلاوت) کے برابر۔

فوائد:

1. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز جلدی اور اندھیرے میں پڑھنی چاہیے۔
صحیح البخاری (۱/۸۲ ح ۵۷۸) و صحیح مسلم (۱/۲۳۰ ح ۶۴۵) کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں، جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔ اور اندھیرے میں کوئی شخص بھی ہمیں اور نساء المومنین (مومنین کی عورتوں) کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

2. سنن ترمذی (۱۵۴) کی جس روایت میں آیا ہے: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ» "فجر کی نماز اسفار میں (جب روشنی ہونے لگے) پڑھو کیونکہ اس میں بڑا اجر ہے۔"
اُس حدیث کی رُو سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ وفات تک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے:
"ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيسَ حَتَّى مَاتَ وَلَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفِرَ"

8- صحيح البخاري: ١/ ٨١، ح: ٥٧٥، واللفظ له، صحيح مسلم ١/ ٣٥٠۔

پھر آپ (ﷺ) کی نماز (فجر) وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے (اس دن کے بعد) کبھی روشنی میں نماز نہیں پڑھی۔①

اسے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۱۸۱ ح ۳۵۲)، ابن حبان (الاحسان ج ۳ ص ۵ ح ۱۴۴۶) الحاکم (۱۹۲/۱، ۱۹۳) اور خطابی نے صحیح قرار دیا ہے، اسامہ بن زید اللیثی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔②

یعنی اسامہ مذکور حسن الحدیث راوی ہیں۔

③ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وَصَلِّ الصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ..." اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے صاف ظاہر اور باہم الجھے ہوئے ہوں۔③

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ" اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔④

اس فاروقی حکم کے برعکس دیوبندی و بریلوی حضرات سخت روشنی میں صبح کی نماز پڑھتے ہیں، پھر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ "ہم خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔" سبحان اللہ!

④ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ أَبُوبَكْرٍ، وَعُمَرُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ، وَبِهِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّغْلِيْسَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ"

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کئی نے اسے اختیار کیا ہے، ان میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے بعد کے تابعین ہیں۔ شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) کا یہی قول ہے۔ یہ فجر کی

① سنن أبي داود: ۱/ ٦٣، ح: ٣٩٤، وهو حديث حسن، الزهري عنعن وللحديث شاهد عند الحاكم [۱/ ۱۹۰ ح ٦٨٢ وسنده حسن]، والناسخ والمنسوخ للحازمي، ص: ٧٧۔ ② دیکھئے: سير اعلام النبلاء (٦/ ٣٤٣) وغیرہ۔ ③ موطأ امام مالك، ١/ ٧، ح: ٦ وسنده صحيح۔ ④ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١/ ٤٥٦ وسنده حسن، حارث بن عمرو الهذلي لا ينزل حديثه عن درجة الحسن۔

نماز اندھیرے میں پڑھنا پسند کرتے ہیں۔①

تنبیہ: اس سلسلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صریح عمل باسند صحیح نہیں ملا۔

نیز دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۱۸۱، ۱۸۲) واللہ اعلم

5 سیدنا ابوموسیٰ الاشعری اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔②

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حکم جاری کیا کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔③

6 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو اور لمبی قراءت کرو۔④

بہتر یہی ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں شروع کی جائے اور اس میں لمبی قراءت کی جائے۔

ہمارے ہاں تقلیدی حضرات صبح کی نماز رمضان میں سخت اندھیرے میں پڑھتے ہیں، اور باقی مہینوں میں خوب روشنی کر کے پڑھتے ہیں، پتا نہیں فقہ کا وہ کون سا کلیہ یا جزئیہ ہے جس سے وہ اس تفریق پر عامل ہیں، چونکہ سحری کے بعد سونا ہوتا ہے اس لیے وہ فریضۂ نماز جلدی ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل وہ اتباع سنت کے جذبہ سے نہیں کرتے کیونکہ بدعتی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

---

① سنن الترمذي تحت ح: ۱۵۳۔

② دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۳۲۰، ح: ۳۲۳۹ وسنده صحيح، ح: ۳۲٤۰ وسنده صحيح۔

③ دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۳۲۰، ح: ۳۲۳۷ وسنده صحيح۔

④ الاوسط لابن المنذر: ۲/ ۳۷۵ وسنده صحيح، وشرح معاني الآثار: ۱/ ۱۸۱، مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۳۲۰، ح: ۳۲۳۵۔

اذان واقامت کا مسنون طریقہ

حدیث:9 عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ ، وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ ، إِلَّا الْإِقَامَةَ .

(سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان دہری اور اقامت اکہری کہیں، مگر اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) کے الفاظ دوبار کہیں۔

اسی حدیث کی ایک دوسری سند میں آیا ہے: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِلَالًا" بے شک رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا تھا۔①

فوائد:

❶ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .②

اور اقامت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .③

9۔ صحيح البخاري: ١/ ٨٥، ح: ٦٠٥ واللفظ له، صحيح مسلم: ١ / ١٦٤، ح: ٣٧٨۔

① سنن النسائي مع حاشية السندهي، ج: ١، ص: ١٠٣، ح: ٦٢٨۔

② نیز دیکھئے: سنن ابي داود: ٤٩٩ وسنده حسن۔

③ نیز دیکھئے: سنن ابي داود: ٤٩٩ وسنده حسن۔

❷ مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے: "أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَيُثَنِّي الْإِقَامَةَ" بے شک بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت دہری کہا کرتے تھے۔

لیکن یہ حدیث بلحاظِ سند ضعیف ہے۔

۱: اس سند کے راوی ابراہیم النخعی مدلس ہیں۔①

ان کی یہ روایت عن کے ساتھ ہے۔مدلس کی عن والی روایت محدثین کے علاوہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔②

۲: اس سند کے دوسرے راوی حماد بن ابی سلیمان ہیں۔③

حماد مذکور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلط بھی ہیں۔④

حافظ ہیثمی نے کہا:

"وَلَا يُقْبَلُ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ إِلَّا مَا رَوَاهُ عَنْهُ الْقُدَمَاءُ: شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالدَّسْتَوَائِيُّ، وَمَنْ عَدَا هٰؤُلَاءِ رَوَوْا عَنْهُ بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ"

حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس کے قدیم شاگردوں: شعبہ، سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے، ان کے علاوہ سب لوگوں نے ان سے اختلاط کے بعد سنا ہے۔⑤

لہٰذا معمر کی حماد مذکور سے روایت ضعیف ہے، عدمِ تصریحِ سماع کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

❸ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں دہری اقامت کا ذکر آیا ہے اس میں اذان بھی دہری ہے یعنی چار دفعہ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" اور چار دفعہ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" ہے۔⑥

---

① كتاب المدلسين للعراقي، ص: ٢٤ ، ٣٥ واسماء المدلسين للسيوطي، ص:٩٣۔ ② دیکھئے: خزائن السنن: ١/ ١؛ فتاوىٰ رضوية: ٥/ ٢٤٥ ، ٢٦٦۔ ③ دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ١/ ٤٦٢، ح:١٧٩٠۔ ④ طبقات المدلسين بتحقيقي: ٤٥/ ٢۔ ⑤ مجمع الزوائد: ١/ ١١٩، ١٢٠۔ ⑥ سنن أبي داود: ٥٠٢۔

اس طریقے سے عمل کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ صرف بغیر ترجیع والی اذان پر عمل کرتے ہوئے، اقامت اس حدیث سے لینا اور اذان حدیثِ بلال سے لینا سخت ناانصافی ہے۔

4 رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل صرف وہی شخص کرسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ورنہ ناممکن ہے۔ آپ دیکھ لیں جو حضرات دہری اقامت کہتے ہیں وہ دہری اذان کبھی نہیں کہتے، پتہ نہیں اتباعِ سنت سے انہیں کیا بیر ہے؟

اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
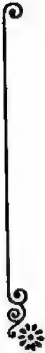
لباس کا بیان

حدیث:10 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ شَيْءٌ».

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس طرح ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔''

فوائد:

1. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کندھے ڈھانپنا فرض ہے۔
2. بعض لوگ نماز میں مردوں پر سر ڈھانپنا بھی لازمی قرار دیتے ہیں لیکن اس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ شمائل الترمذی (ص ۷۱ وفی نسختنا ص ۴ حدیث: ۳۳، ۱۲۵) کی روایت جس میں: ''يُكْثِرُ الْقِنَاعَ'' ''یعنی رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے'' آیا ہے وہ یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے، یزید پر جرح کے لیے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۷۰) وغیرہ دیکھیں۔

امام نسائی نے فرمایا: ''مَتْرُوْكٌ بَصْرِيٌّ'' ①

حافظ ہیثمی نے کہا: ''وَيَزِيْدُ الرَّقَاشِيُّ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ'' اور یزید الرقاشی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ ②

تقریب التہذیب (۷۶۸۳) میں لکھا ہوا ہے: ''زَاهِدٌ ضَعِيْفٌ''

دیوبندیوں اور بریلویوں کی معتبر و مستند کتاب ''درمختار'' میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص عاجزی کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ ③

10- صحيح البخاري: ١/ ٥٢، ح: ٣٥٩، صحيح مسلم: ١ / ١٩٨، ح: ٥١٦۔

① كتاب الضعفاء: ٦٤٢۔ ② مجمع الزوائد: ٦/ ٢٢٦۔

③ الدر المختار مع رد المحتار: ١ / ٤٧٤۔

اب دیوبندی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص ننگے سر اس نیت سے نماز پڑھے کہ عاجزانہ درگاہ خدا میں حاضر ہو تو کچھ حرج نہیں۔

جواب یہ تو کتب فقہ میں بھی لکھا ہے کہ بہ نیت مذکورہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔①

احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

''اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔''②

بعض مساجد میں نماز کے دوران میں سر ڈھانپنے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، اس لیے انہوں نے تنکوں سے بنی ہوئی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، ایسی ٹوپیاں نہیں پہننی چاہییں کیونکہ وہ عزت اور وقار کے منافی ہیں۔ کیا کوئی ذی شعور انسان ایسی ٹوپی پہن کر کسی پروقار مجلس وغیرہ میں جاتا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے وقت تو لباس کو خصوصی اہمیت دینی چاہیے۔

اس کے علاوہ سر ڈھانپنا اگر سنت ہے اور اس کے بغیر نماز میں نقص رہتا ہے تو پھر داڑھی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ ضروری بلکہ فرض ہے کیا رسول اللہ ﷺ یا کسی امام نے داڑھی کے بغیر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیق میں، ضرورت کے وقت ننگے سر مرد کی نماز جائز ہے لیکن بہتر و افضل یہی ہے کہ سر پر ٹوپی، عمامہ یا رومال ہو۔

نافع تابعی رحمہ اللہ کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا: کیا میں نے تجھے دو کپڑے نہیں دیئے؟... کیا میں تجھے اس حالت میں باہر بھیجوں تو چلے جاؤ گے؟ نافع نے کہا: نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا اللہ اس کا زیادہ مستحق نہیں کہ اس کے سامنے زینت اختیار کی جائے یا انسان اس کے زیادہ مستحق ہیں؟ پھر انہوں نے نافع کو ایک حدیث سنائی جس سے دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔③

① فتاویٰ "دار العلوم" دیوبند: ٤/ ٩٤۔ ② احکام شریعت حصۂ اول ص ١٣٠۔ ③ السنن الکبریٰ للبیہقی ملخصاً: ٢/ ٢٣٦ وسندہ صحیح۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

حدیث: 11 عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہییں، آپ اگر اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں "ذراع" (کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک ہاتھ کے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آ جائیں گے۔ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رُسغ (کلائی) اور ساعد (کلائی سے لیکر کہنی تک) پر رکھا۔①

سینے پر ہاتھ باندھنے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے:

"يَضَعُ هٰذِهِ عَلٰى صَدْرِهِ...... إلخ"

آپ ﷺ یہ [ہاتھ] اپنے سینے پر رکھتے تھے...... الخ②

11- صحيح البخاري: ١/ ١٠٢، ح: ٧٤٠؛ وموطأ الامام مالك: ١/ ١٥٩، ح: ٣٧٧ باب وضع اليدين احداهما على الاخرىٰ فى الصلوٰة ، ورواية ابن القاسم بتحقيقي: ٤٠٩۔

① سنن النسائي مع حاشية السندهى، ج: ١، ص: ١٤١، ح: ٨٩٠؛ سنن ابي داود، ج: ١، ص: ١١٢، ح: ٧٢٧، اسے ابن خزیمۃ (١/ ٢٤٣، ح: ٤٨) اور ابن حبان (الاحسان ٢/ ٢٠٢، ح: ٤٨٥) نے صحیح کہا ہے۔

② مسند احمد، ج: ٥، ص: ٢٢٦، ح: ٢٢٣١٣، واللفظ له، التحقيق لابن الجوزى، ج: ١، ص: ٢٨٣، ح: ٤٧٧، وفى نسخة، ج: ١، ص: ٣٣٨ وسنده حسن۔

❷ سنن ابی داود (ح ۷۵٦) وغیرہ میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے والی جو روایت آئی ہے وہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس راوی پر جرح، سنن ابی داود کے محولہ باب میں ہی موجود ہے، علامہ نووی نے کہا:

''عبدالرحمٰن بن اسحاق بالاتفاق ضعیف ہے۔''①

نیموی فرماتے ہیں: "وَفِيْهِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْوَسِطِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ"

اور اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہے اور وہ ضعیف ہے۔②

مزید جرح کے لیے عینی حنفی کی البنایۃ فی شرح الہدایۃ (۲۰۸/۲) وغیرہ کتابیں دیکھیں، ہدایہ اولین کے حاشیہ ۱۷، (۱۰۲/۱) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

❸ یہ مسئلہ کہ مرد ناف کے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں کسی صحیح حدیث یا ضعیف حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے، مرد اور عورت کے طریقۂ نماز میں جو یہ فرق کیا جاتا ہے کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر، اس کے علاوہ مرد سجدے کے دوران میں بازو زمین سے اٹھائے رکھیں اور عورتیں بالکل زمین کے ساتھ لگ کر بازو پھیلا کر سجدہ کریں، یہ سب آلِ تقلید کی موشگافیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے نماز کی ہیئت، تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک مرد و عورت کے لیے ایک ہی ہے، مگر لباس اور پردے میں فرق ہے، مثلاً: عورت ننگے سر نماز نہیں پڑھ سکتی اور اس کے ٹخنے بھی ننگے نہیں ہونے چاہئیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک جو فرق دلائل سے ثابت ہو جائے وہ برحق ہے، اور بے دلیل و ضعیف باتیں مردود کے حکم میں ہیں۔

❹ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب تحت السرۃ (ناف کے نیچے) والی روایت سعید بن زربی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ"③

❺ بعض لوگ مصنف ابن ابی شیبہ سے "تَحْتَ السُّرَّةِ" والی روایت پیش کرتے ہیں

---

① نصب الراية للزيلعي الحنفي: ۱ / ۳۱٤۔ ② حاشیہ آثار السنن، ح: ۳۳۰۔

③ تقريب التهذيب: ۲۳۰٤۔ دیکھیے: مختصر الخلافيات للبيهقي (۱ / ۳٤۲، تاليف ابن فرح الاشبيلي والخلافيات مخطوط ص ۳۷ ب) وكتب اسماء الرجال۔

حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل (عام) قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں "تَحتَ السُّرَّةِ" کے الفاظ نہیں ہیں جبکہ قاسم بن قطلو بغا (کذاب بقول البقاعی /الضوء اللامع ۶/۱۸۶) نے ان الفاظ کا اضافہ گھڑ لیا تھا۔ انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: "پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک بھی نسخے میں بھی یہ (تحت السرۃ والی عبارت) نہیں ہے۔"①

6 حنبلیوں کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں۔②

7 تقلیدی مالکیوں کی غیر مستند اور مشکوک کتاب "المدونۃ" میں لکھا ہوا ہے کہ امام مالک نے ہاتھ باندھنے کے بارے میں فرمایا: "مجھے فرض نماز میں اس کا ثبوت معلوم نہیں۔" امام مالک اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ اگر نوافل میں قیام لمبا ہو تو ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مدد دے سکتا ہے۔③

اس غیر ثابت حوالے کی تردید کے لیے موطأ امام مالک کی تبویب اور امام مالک کی روایت کردہ حدیثِ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہی کافی ہے۔

8 جو لوگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی دلیل المعجم الکبیر للطبرانی (۲۰/۷۴ ح ۱۳۹) کی ایک روایت ہے جس کا ایک راوی خصیب بن جحدر کذاب ہے۔④

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے، لہٰذا اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

9 سعید بن جبیر (تابعی) فرماتے ہیں کہ نماز میں "فَوقَ السُّرَّةِ" یعنی ناف سے اوپر (سینے پر) ہاتھ باندھنے چاہئیں۔⑤

10 سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں مزید تحقیق کے لیے راقم الحروف کی کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام" ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے گئے ہیں۔ والحمدللہ

---

① فیض الباری: ۲/ ۲۶۷۔ ② الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۵۱!!۔
③ دیکھئے: المدونۃ: ۱/ ۷۶۔ ④ دیکھئے: مجمع الزوائد: ۲/ ۱۰۲۔
⑤ امالی عبدالرزاق / الفوائد لابن مندۃ ۲/ ۲۳۴ ح ۱۸۹۹ وسندہ صحیح۔

دعائے استفتاح

حدیث:12 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَقُوْلُ: «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ».

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں (نماز کے پہلے سکتے میں) «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبُرَدِ» ''اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری فرمادے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری پیدا کی ہے۔ اے اللہ! مجھے میری خطاؤں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے دور کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری خطاؤں سے برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال۔'' پڑھتا ہوں۔

فوائد:

1. اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سکتۂ اُولیٰ میں: «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي» والی دعا پڑھنی چاہیے۔
2. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ'' والی موقوف، غیر مرفوع روایت مروی ہے۔①

12- صحيح البخاري: ١/ ١٠٣، ح: ٧٤٤ واللفظ له، صحيح مسلم: ١/ ٢١٩ ح ٥٩٨۔

① صحيح مسلم، ج: ١، ص: ١٧٢، ح: ٣٩٩۔

یہ دعا نبی کریم ﷺ سے بھی قیام اللیل میں ثابت ہے۔①

لہٰذا یہ دعا پڑھنا بھی جائز ہے۔

3. ان کے علاوہ بعض دیگر دعائیں بھی ثابت ہیں۔

4. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی (اس دعا کے بجائے) سورۂ فاتحہ پڑھے اور اسے امام سے پہلے ختم کر لے۔②

اور یہی تحقیق بعض تابعین کی بھی ہے۔

5. کتبِ آلِ تقلید، آثار السنن وغیرہ کے حوالے اہل التقلید پر بطورِ الزام اور اتمامِ حجت کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

① سنن أبي داود، ج: ١، ص: ١٢٠، ح: ٧٧٥ وسنده حسن۔

② دیکھئے: آثار السنن مترجم، ص: ٢٢٣، ح: ٣٥٨ وقال: اسناده حسن۔

بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا

حدیث:13 عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ فَجَهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . (سیدنا) عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اونچی آواز سے پڑھی۔

اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور سند متصل ہے، لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔

فوائد:

❶ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کا جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

❷ سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔①

اور اسے ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

❸ بسم اللہ سراً (آہستہ) پڑھنا بھی جائز ہے، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۷۲/۱، ح:۳۹۹) وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے۔

❹ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

① عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ، صحابی صغیر ہیں۔②

② سعید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔③

13۔ مصنف ابن أبي شيبة: ١ / ٤١٢، ح: ٤٧٥٧؛ شرح معاني الآثار للطحاوي واللفظ له ١ / ١٣٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢ / ٤٨۔

① جزء الخطيب وصححه الذهبي في مختصر الجهر بالبسملة للخطيب، ص: ١٨٠، ح: ٤١۔ ② تقريب التهذيب: ٣٧٩٤۔ ③ تقريب التهذيب: ٢٣٤٦۔

③ ذر بن عبداللہ ثقہ عابد رمی بالارجاء تھے۔①

④ عمر بن ذر ثقہ رمی بالارجاء تھے۔②

⑤ عمر بن ذر سے یہ روایت خالد بن مخلد، ابو احمد اور ابن قتیبہ نے بیان کی ہے، ان راویوں کی توثیق کے لیے تہذیب التہذیب وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

5 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے، پھر جب آپ سورۂ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔③

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس اثر کو "مَنْ كَانَ يَجْهَرُ بِهَا" جو شخص اسے (بسم اللہ کو) جہراً پڑھتا تھا، کے باب میں ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے۔

6 نُعیم المجمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب آپ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پر پہنچے تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی اور آپ ہر سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے اور دو رکعتوں کے تشہد سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔④

اس حدیث سے (کبھی کبھار) بسم اللہ...... بالجہر کا استحباب ثابت ہوا، جیسا کہ حافظ ابن حبان نے صراحت کی ہے۔⑤

یاد رہے کہ بسم اللہ...... نماز میں سراً بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

---

① تقريب التهذيب: ١٨٤٠۔ ② تقريب التهذيب: ٤٨٩٣۔
③ مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٤١٢ ح ٤١٥٥ وسنده صحيح۔
④ صحيح ابن خزيمة: ١/ ٢٥١، ح: ٤٩٩؛ صحيح ابن حبان، الاحسان: ١٧٩٤، وسنده صحيح۔
⑤ دیکھئے: صحيح ابن حبان، ج: ٥، ص: ١٠٠۔

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

حدیث:14 عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔''

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے (جہری و سری سب نمازوں میں) قائل وفاعل تھے۔①

راویٔ حدیث سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے فہم کے مقابلے میں امام احمد وغیرہ کی تاویل صحیح نہیں ہے۔خود امام احمد رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کے قائل وفاعل تھے۔②

فوائد:

1. اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔③
2. یہ حدیث متواتر ہے۔④
3. سورۃ المزمل کی آیت: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ

14۔ صحیح البخاری: ١ / ١٠٤، ح: ٧٥٦؛ صحیح مسلم: ١ / ١٦٩، ح: ٣٩٤۔

① کتاب القراءت للبیهقی، ص: ٦٩، ح: ١٣٣، واسنادہ صحیح، نیز دیکھئے: "احسن الکلام" تصنیف سرفراز خان صفدر دیوبندی، ج: ٢، ص: ٤٢ طبع دوم۔

② دیکھئے: سنن الترمذی، ح: ٣١١۔

③ دیکھئے: تبویب صحیح البخاری، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری للخطابی: ١/ ٥٠٠۔

④ جزء القراءة للبخاری، ح: ٥۔

نماز میں مقتدی پر قراءت واجب (یعنی فرض) ہے۔①

حدیث بالا نے اس قراءت کا تعین سورۂ فاتحہ سے کر دیا ہے۔

4 آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا ﴾ کا تعلق سورۂ فاتحہ کے ساتھ نہیں ہے، تحقیق کے لیے دیکھئے: جزء القراءۃ للبخاری (تحت ح ۳۶۲) اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب "تحقیق الکلام" وغیرہ بلکہ اس آیت کریمہ کا تعلق کفار کی تردید سے ہے۔②

5 حدیث: «إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا» (جزء القراءت: ح ۲۶۳) ما عدا الفاتحۃ پر محمول ہے، کیونکہ اس کے راوی صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم دیا ہے۔③

جو لوگ اسے ماعدا الفاتحہ پر محمول نہیں سمجھتے ان کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی کا یہ فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے (جہری نمازوں میں بھی) سورۂ فاتحہ پڑھو، حنفیوں کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے۔④

6 جمہور صحابۂ کرام سے سورۂ فاتحہ خلف الامام ثابت ہے۔ دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الإمام فی الصلوٰۃ الجھریۃ"

7 انصات کا مطلب مکمل خاموشی نہیں ہوتا بلکہ سکوت مع الاستماع ہے۔ سراً پڑھنا انصات کے منافی نہیں، جیسا کہ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں تفصیلاً لکھا ہے۔

---

① دیکھئے: نور الانوار، ص: ۹۳، ۹۴، احسن الحواشی شرح اصول الشاشی، ص: ۸۲، حاشیۃ: ۷؛ غایۃ التحقیق شرح الحسامی، ص: ۷۳؛ النامی شرح الحسامی، ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ج: ۱؛ معلم الاصول، ص: ۲۵۰ وغیرہ۔

② دیکھئے: تفسیر قرطبی: ۱ / ۱۲۱، تفسیر البحر المحیط: ٤ / ٤٤٨، الکلام الحسن: ۲/ ۲۱۲۔

③ دیکھئے: حدیث: ۱۲، فائدہ: ٤ وآثار السنن: ۳۵۸، وقال: "اسنادہ حسن"۔

④ دیکھئے: جزء القراءت للبخاری بتحقیقی: ۲۶۳۔

(ج ۳ ص ۳۵، بعد ح ۱۵۷۸) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۰۸ ح ۱۴۰۴) کی حدیث: ''پھر خاموش رہے (اور جمعہ کا خطبہ سنے) حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے'' بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

8 سورۂ فاتحہ کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز قرار دیا ہے، حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر لیا ہے، جب بندہ کہتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تو اللہ فرماتا ہے: حَمِدَنِي عَبْدِي میرے بندے نے میری تعریف بیان کی'' اسی طرح ہر آیت کے بعد اس کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے، یعنی سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے بندہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔

فاتحہ خلف الامام

حدیث:15 عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: «هَلْ تَقْرَءُوْنَ مَعِي؟» قَالُوْا : نَعَمْ! قَالَ: «لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا».

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے کہا: ''کیا تم میرے ساتھ (یعنی امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟'' تو انہوں (صحابہ) نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص اس (فاتحہ) کو نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔''

فوائد:

1. اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری و سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ، فاتحہ خلف الامام سراً پڑھنا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جہری و سری نمازوں میں قراءت خلف الامام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔①
اسے حاکم، ذہبی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

2. دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک امام و منفرد دونوں پر سورۂ فاتحہ فرض نہیں بلکہ صرف (پہلی) دو رکعتوں میں واجب ہے، آخری دو رکعتوں میں اگر جان بوجھ کر فاتحہ نہ

15- كتاب القراءة للبيهقي، ص: ٦٤، ح: ١٢١، وسنده حسن، طبع بيروت لبنان وقال البيهقي: "هذا إسناد صحيح رواته ثقات"۔ اس حدیث کو امام بیہقی کے علاوہ دارقطنی نے حسن (سنن دارقطنی: ١/ ٣٢٠، ح: ١٢٠٧) ضیاء مقدسی نے صحیح (المختارہ ٨/ ٣٤٦) قرار دیا ہے۔

① المستدرك على الصحيحين، ج: ١، ص: ٢٣٩، ح: ٨٧٣؛ مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٣٧٣، ح: ٣٧٤٨ وسنده حسن؛ شرح معاني الآثار للطحاوي: ١/ ٢١٨۔

پڑھے تو بھی نماز بالکل صحیح ہے۔①

اگر امام یا منفرد کی سورۂ فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں بھی سہواً رہ جائے تو دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک سجدۂ سہو سے کام چل جائے گا، رکعت دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

③ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر: "لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ"②

قراءۃ المقتدی بالجہر پر محمول ہے اور فاتحہ اس کے عموم سے مخصوص ہے، مع الامام کا مطلب جہراً مع الامام ہے۔ یہی جواب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کے آثار کا ہے: "مَنْ صَلَّى وَرَاءَ الْإِمَامِ كَفَاهُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ راثر" یعنی: مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ باقی قراءت میں امام کی قراءت کافی ہے۔

④ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اثر مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں۔

ظفر احمد تھانوی صاحب دیوبندی کہتے ہیں: "وَلَا حُجَّةَ فِي قَوْلِ الصَّحَابِيِّ فِي مُعَارَضَةِ الْمَرْفُوعِ" مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔③

خود دیوبندیوں کے نزدیک دو رکعتیں فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نمبر: ۲ میں گزر چکا ہے جبکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک رکعت بھی فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، لہٰذا اس اثر سے دیوبندیوں و بریلویوں کا استدلال، خود اُن کے مسلک کی رُو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

⑤ فاتحہ خلف الامام کی دوسری مرفوع احادیث کے لیے تحقیق الکلام، الکواکب الدریہ وغیرہما کا مطالعہ کریں، نیز حدیث نمبر ۱۴ دیکھیں۔

⑥ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی آدمی کی نماز جائز نہیں ہے جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے، چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری، مقتدی پر لازم ہے کہ سری اور جہری (دونوں نمازوں) میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ ربیع بن سلیمان المرادی نے کہا: یہ امام شافعی کا آخری قول ہے جو اُن سے سنا گیا۔④

---

① دیکھئے: قدوری، ص: ۲۲، ۲۳، هدایه اولین، ج: ۱، ص: ۱٤۸؛ فتح القدیر لابن همام، ج: ۱، ص: ۳۹۵؛ بهشتی زیور، ص: ۱٦۳، حصہ دوم، ص: ۱۹، باب ہفتم مسئلہ ۱۷، بہار شریعت حصہ سوم ص ٤۱۔ ② مسلم: ۱/ ۲۱۵، ح: ۵۷۷۔

③ اعلاء السنن: ۱/ ٤۳۸، ح: ٤۳۲۔

④ معرفة السنن والآثار للبیهقی: ۲/ ۵۸، ح: ۹۲۸ وسنده صحیح۔

آمین بالجہر

حدیث:16 عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ،أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَجَهَرَ بِآمِينَ. إلخ

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:"وسنده صحيح"۔①

فوائد: ❶ اس حدیث اور دیگر احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہری نماز میں امام ومقتدی دونوں آمین بالجہر کہیں گے۔ ❷ آمین بالجہر کی حدیث متواتر ہے۔②

❸ جس روایت میں (سراً) آمین کا ذکر آیا ہے، امام شعبہ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❹ اگر امام شعبہ کے وہم والی روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سری نماز میں خفیہ آمین کہنی چاہیے۔

❺ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اونچی آواز کے ساتھ آمین کہنا ثابت ہے۔③

کسی صحابی سے باسند صحیح، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا رد کرنا ثابت نہیں، لہٰذا آمین بالجہر کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (دیوبندی، تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اونچی آواز سے

16- سنن ابي داود: ١/ ١٤٢ ، ح: ٩٣٣ ؛ مع العون: ١/ ٣٥٢ و سنده حسن۔

① التلخيص الحبير: ١/ ٢٣٦۔

② دیکھئے: كتاب الاول من كتاب التميز للامام مسلم بن الحجاج النيسابوری رحمہ اللہ ، صاحب الصحيح ، ص: ٤٠۔

③ صحيح البخاری قبل ح: ٧٨٠۔

لاؤڈ سپیکر میں دعا اور اونچی آمین کہنے والے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ کہنی چاہیے۔ اسے کہتے ہیں ''اوروں کو نصیحت، خود میاں فضیحت''!)

6 صحیح مسلم والی حدیث: ''جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو'' آمین بالجہر کی دلیل ہے، دیکھئے تبویب صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۸۶ ح ۵۶۹) وغیرہ، کسی محدث نے اس سے آمین بالسر کا مسئلہ کشید نہیں کیا، ظاہر ہے کہ محدثین کرام اپنی روایات کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ

حدیث:17 عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ هَكَذَا.

''ابو قلابہ (تابعی رحمہ اللہ) نے سیدنا مالک بن حویرث صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔''

فوائد:

1. اس حدیث اور دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرنا چاہیے۔
2. رسول اللہ ﷺ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین متواتر ہے۔①
3. ترک رفع یدین کی کوئی روایت صحیح نہیں ہے، مثلاً سنن ترمذی (ج۱ ص۵۹ ح۲۵۷ وحسنہ وصححہ ابن حزم ۱/۱۱۶ ح۷۴۸-۷۵۲) اور سنن ابی داود (۷۴۸) وغیرہما کی روایت سفیان الثوری کے ''عن'' کی وجہ سے ضعیف ہے، سفیان الثوری مشہور مدلس ہیں۔②

17- صحيح البخاري: ١/ ١٠٢، ح:٧٣٧؛ صحيح مسلم: ١/ ١٦٨، ح: ٣٩١ واللفظ له۔

① دیکھئے: قطف الأزهار المتناثرة للسيوطي، ص: ٩٥؛ نظم المتناثر، ص: ٩٦، ح: ٦٧ وغيرهما۔ ② دیکھئے: عمدة القاري للعيني (١/ ٢٢٣) ابن الترکمانی کی الجوهر النقي (٨/ ٢٦٢) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (٢/ ٧٧) ماسٹر امین اوکاڑوی کا مجموعۂ رسائل (ج ٣ ص ٤٣١) اور آئینہ تسكين الصدور (ص ٩٠، ٩٢) فقه الفقيه (ص ١٣٤) آثار السنن (ص ١٢٦، تحت ح: ٣٨٤ وفي نسخة أُخرىٰ، ص: ١٩٤) وغیرہ۔

اور مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ اصولِ حدیث میں مقرر ہے۔

❹ صحیح مسلم (ح ۴۳۰) میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں رفع یدین عندالرکوع و بعدہ کا ذکر قطعاً موجود نہیں، بلکہ یہ روایت تشہد میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ مسند احمد میں: ''وَھُمْ قُعُوْدٌ'' اور وہ بیٹھے ہوئے تھے، کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔①

محدثین نے اس پر سلام کے ابواب باندھے ہیں، اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اس روایت کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں ہے۔②

خود دیوبندی حضرات نے بھی اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنے کو ناانصافی قرار دیا ہے۔③

❺ رفع یدین کندھوں تک کرنا صحیح ہے اور کانوں تک بھی صحیح ہے، دونوں طریقوں میں سے جس پر عمل کیا جائے جائز ہے۔ بعض لوگ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۱) سے کانوں تک رفع یدین ثابت کرتے ہیں (مثلاً محمد الیاس تقلیدی کی چالیس حدیثیں ص ۹ ح ۹) اور اس حدیث کا باقی حصہ دانستہ حذف کر دیتے ہیں، جس سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔

❻ صحابہ سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہے، نہ کرنا ثابت نہیں ہے، دیکھئے امام بخاری کی جزء رفع الیدین (ح ۲۹) بعض لوگوں کا سنن بیہقی (۸۰/۲، ۸۱) سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غیر ثابت شدہ اثر نقل کرنا صحیح نہیں ہے، سنن بیہقی کے محولہ صفحہ پر ہی اس اثر پر جرح موجود ہے۔

❼ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے ابن عمر سے ترکِ رفع یدین والی جو روایت نقل کی ہے وہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

اول: ابوبکر بن عیاش جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔④

---

① دیکھئے: ج: ۵، ص: ۹۳، ح: ۲۱۱۶۶۔

② دیکھئے: جزء رفع یدین للبخاری: ۳۷؛ التلخیص الحبیر: ۱ / ۲۴۱۔

③ دیکھئے: محمد تقی عثمانی کی درس ترمذی (۴ / ۳۶) محمود حسن کی الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی (ص: ۶۳) اور تقاریر شیخ الہند (ص: ۶۵)۔ ④ دیکھئے: نور العینین، ص: ۱۵۷۔

علامہ عینی حنفی نے کہا: "وأبوبكر سيّئ الحفظ"

اور ابوبکر (بن عیاش) بُرے حافظے والا ہے۔①

دوم: امام احمد نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔②

سوم: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوبکر (بن عیاش) کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔③

چہارم: یہ روایت شاذ ہے۔

تنبیہ: ابوبکر بن عیاش کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں، لہٰذا ان کی حدیث حسن ہوتی ہے جیسا کہ راقم الحروف نے اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ نور العینین میں لکھا ہے لیکن یہ خاص روایت امام احمد اور امام ابن معین کی جرح کی وجہ سے ضعیف ہے، اس روایت کو کسی محدث نے بھی صحیح قرار نہیں دیا۔④

سلیمان الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) کو دیکھا، جب وہ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے، پھر جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر جب (رکوع سے) سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے، میں نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد محترم (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور انہوں (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔⑤

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع یدین پر مسلسل عمل جاری رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے، پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہ رفع یدین کرتے تھے، صحابہ کے بعد تابعین رفع یدین کرتے تھے، لہٰذا رفع یدین کو منسوخ یا متروک قرار دینا باطل ہے۔

---

① عمدة القاری، ج:۱، ص: ۲٤٥۔

② مسائل احمد روایت ابن ھانی، ج:۱، ص: ۵۰۔ ③ جزء رفع الیدین: ۱٦۔

④ تفصیل کے لیے دیکھئے: نور العینین طبع جدید، ص: ۱٦۸ تا ۱۷۲۔

⑤ حدیث السراج، ج: ۲، ص: ۳٤، ۳۵، ح: ۱۱۵، وسنده صحیح۔

طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنا

حدیث:18 عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّهُ إِذَا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا.

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جب آپ نماز کی طاق رکعت (یعنی پہلی اور تیسری رکعت) میں ہوتے تو (دوسرے سجدے کے بعد) یکدم کھڑے نہ ہوتے بلکہ بیٹھ جاتے (پھر کھڑے ہوتے) تھے۔

فوائد:

❶ اس حدیث پاک سے طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، پہلی رکعت میں دوسرے سجدے سے جب فارغ ہوتے تو بیٹھ جاتے، دو رکعتیں پڑھ کر جب کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے، اور آخری رکعت میں ''تورک'' کرتے تھے۔①

❷ بعض لوگ طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنے کو واجب کہتے ہیں، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس کا حکم آیا ہے۔②

حدیث بالا کے راوی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ «صَلُّوا

18- صحيح البخاري: ١/ ١١٣، ح: ٨٢٣۔

① سنن الترمذي، ج: ١، ص: ٦٧، ح: ٣٠٤، وقال: "هذا حديث حسن صحيح"۔ اس حدیث کو ابن خزيمة (ج: ١، ص: ٢٩٧، ٢٩٨، ح: ٥٨٧، ٥٨٨) ابن حبان (الموارد: ٤٤٢، ٤٩١، ٤٩٢) بخاری (فی جزء رفع اليدين، ح: ٥، ٦) ابن تيمية اور ابن القيم وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند متصل ہے اور عبدالحمید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: نصب الراية: ١/ ٣٤٤) لہٰذا اُن پر جرح مردود ہے۔

② دیکھئے: ٢/ ٩٢٤، ح: ٦٢٥١۔

كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّي» ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''①

③ ابوداود کی جس حدیث میں ''لَمْ يَتَوَرَّكْ'' آپ نے تورک نہیں کیا، آیا ہے (اس میں چند الفاظ پہلے ''فَتَوَرَّكَ'' پس آپ نے تورک کیا کے الفاظ ہیں)۔②

اگر یہ روایت صحیح ثابت ہوتی ہے تو اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ نے دوسرے سجدے کے بعد تورک نہیں کیا، یعنی اپنی ران پر نہیں بیٹھے یہ حدیث طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنے کے مخالف نہیں، کیونکہ طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنے میں بغیر تورک بیٹھا جاتا ہے، جو لوگ اس حدیث سے صحیح بخاری کے مخالف استدلال کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ سجدۂ اُولیٰ کے بعد تورک کریں۔ شرح معانی الآثار (۱/۲۶۰) وغیرہ میں اس حدیث: ''لَمْ يَتَوَرَّكْ'' میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین بھی موجود ہے آدھی حدیث سے استدلال اور آدھی کا انکار کیا معنی رکھتا ہے؟

تنبیہ: ابوداود (۷۳۳، ۹۶۶) والی اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک: مجہول الحال ہے، اسے ابن حبان کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے ثقہ وصدوق قرار نہیں دیا۔

④ نصب الرایہ (۱/۳۸۹) اور الجوہر النقی (۲/۱۲۵) وغیرہما میں طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنے کے مخالفین نے جو آثار نقل کیے ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح صریح نہیں ہے۔ بیہقی کی جس روایت میں: ''رَمَقْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ'' ہے وہ سفیان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے ''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ صَحِيْحٌ'' کہنا صحیح نہیں ہے، دوسرے یہ کہ حدیث مرفوع کے مقابلے میں اپنی مرضی کے آثار پیش کرنا انتہائی غلط کام ہے۔

⑤ زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اُٹھنا چاہیے۔③

لیکن یاد رہے کہ آٹا گوندھنے کی طرح ہاتھ ٹیک کر اُٹھنا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

---

① صحیح بخاری، ج: ۱، ص، ح: ٦٣١۔

② ١/ ١٤٥، ح: ٩٦٦، ١/ ١١٣، ح: ٧٣٣۔ ③ دیکھئے: صحیح بخاری: ٨٢٤۔

تشہد میں التحیات پڑھنا فرض ہے

حدیث:19 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قُوْلُوْا: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ، فَيَدْعُو»

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہو: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ» ''تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی (ﷺ!) آپ پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر بھی اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' پھر جو دعا پسند ہو نماز میں کرو۔''

فوائد:

1. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں التحیات پڑھنا فرض (واجب) ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہے: «قُوْلُوْا» ''تم کہو۔''
واضح رہے کہ سلف صالحین کے فہم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اَلْأَمْرُ لِلْوُجُوْبِ، امر (اگر قرینۂ صارفہ نہ ہو تو) وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

2. کتب احادیث میں صحیح اسانید کے ساتھ التحیات کے دوسرے صیغے بھی مروی ہیں، اس

19- صحيح البخاري: ١ / ١١٥، ح: ٨٣٥، مختصراً۔

مسئلہ میں کوئی تنگی نہیں، جو اختیار کریں جائز ہے، تاہم تشہد ابن مسعود زیادہ راجح ہے۔

3 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات و درود کے بعد جو دعا پسند ہو وہ کریں، بشرطیکہ زبان عربی ہو اور دعا میں شریعت کی مخالفت نہ ہو، بعض لوگ صحیح مسلم (۲۱۷/۱ ح ۵۸۸) وغیرہ کی دعا: «اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ......» کو صیغۂ امر کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں مگر ان کی تحقیق اس حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں اختیار دیا گیا ہے کہ جو دعا چاہیں پڑھ لیں۔

4 ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' کا مطلب السلام علی النبی (ﷺ) ہے۔①

5 اگر کوئی شخص سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اقتدا میں السلام علی النبی بھی پڑھ لے تو جائز ہے، راجح وہی ہے جو اوپر حدیث میں درج ہے۔

6 امام عبدالرزاق نے کہا: "أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ وَالنَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، فَلَمَّا مَاتَ قَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: نبی ﷺ جب زندہ تھے تو صحابہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے تھے، جب آپ فوت ہوئے تو صحابہ نے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہا۔②

تنبیہ: یہ روایت مصنف عبدالرزاق مطبوع میں عن عن کے ساتھ چھپی ہوئی ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے پاس مصنف کا کوئی دوسرا نسخہ تھا یا پھر انہوں نے کسی دوسری کتاب سے اس سند کو نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

7 سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ أَنْ يُّخْفَى التَّشَهُّدُ" تشہد کا خفیہ پڑھنا نماز کی سنت میں سے ہے۔③

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد خفیہ دل میں (سراً) پڑھنا سنت ہے۔ والحمد للہ

---

① دیکھئے: صحیح البخاری: ۹۲۶/۲، ح: ٦٢٦٥، حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

② فتح الباری: ۲/ ۳۱٤، ح: ۸۳۱، وقال: "وهذا اسناد صحيح"۔

③ المستدرك للحاكم: ۲/ ۲۳۰، ح: ۸۳۸ وسنده صحيح، وله طريق آخر عند أبي داود: ۹۸٦؛ الترمذي: ۲۹۱ وقال: "حسن غريب"۔

نماز میں درودِ ابراہیمی کی فضیلت

حدیث:20 عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: «قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو: «اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ» ''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد پر رحمتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آلِ ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائیں، یقیناً تو بزرگی والا قابل تعریف ہے۔ اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد پر برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں۔ بلاشبہ تو بزرگی اور تعریف والا ہے۔''

فوائد:

1. اس حدیث سے ثابت ہوا کہ (آخری) تشہد میں درود (ابراہیمی) پڑھنا فرض ہے۔
2. اس حدیث کے عموم اور حدیثِ نسائی سے استدلال کرتے ہوئے پہلے تشہد میں درود پڑھنا بھی صحیح ہے بلکہ زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔[1]

اور اگر پہلے تشہد میں درود نہ پڑھیں تو بھی جائز ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن

20- صحيح البخاري: ١/ ٤٧٧، ح: ٣٣٨٠۔

[1] المجتبیٰ: ٣/ ٢٤١، ح: ١٧٢١؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/ ٤٩٩، ٥٠٠۔

مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت سے ثابت ہے۔ ①

3 درج بالا درود ابراہیمی کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی تقلیدی نے نماز پیغمبر ص ۱۹۸ اور ''چالیس حدیثیں'' (ص ۲۱، ۲۲، ۲۵) میں غلطی سے صحیح مسلم (ح ۴۰۵) کا حوالہ دے دیا ہے، حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں قطعاً موجود نہیں، صحیح بخاری کی حدیث کو جان بوجھ کر صحیح مسلم کی طرف منسوب کر دینا محمد الیاس صاحب کی خطا ہے اور اگر اس طرح کسی سے نادانستہ خطا ہو جائے تو اسے کذب بیانی نہیں کہنا چاہیے۔

① دیکھئے: مسند احمد: ۱/ ۴۲۲، ح: ۴۰۰۶، وسنده صحیح۔

درود کے بعد اشارہ کرنا

حدیث:21 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى ، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ ، وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى إِصْبَعِهِ الْوُسْطَى ، وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ.

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز میں) بیٹھتے (اور) دعا کرتے (تو) اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے، اور اپنا انگوٹھا درمیانی انگلی (کی جڑ) پر رکھتے، اور بائیں ہتھیلی کو پھیلا کر اپنا گھٹنا پکڑ لیتے تھے۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں عندالدعاء شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا مسنون ہے۔ بعض لوگ أَشْهَدُ أَنْ لَا پر انگلی اٹھاتے اور إِلَّا اللّٰهَ پر رکھ دیتے ہیں، یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ احادیث کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ شروع سے آخر تک انگلی اٹھائی جائے۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں: ''تشہد میں جو رفع سبابہ کیا جاتا ہے اس میں تردد تھا کہ اس اشارہ کا بقاء کس وقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں حضرت قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا گیا فوراً ارشاد فرمایا کہ ''ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبابہ سے اشارہ فرما رہے تھے'' اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اخیر تک اس کا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے۔'' ①

21- صحیح مسلم: ۱/ ۲۱۶، ح: ۵۷۹۔ ① تذکرۃ الرشید ۱/ ۱۱۳، حضرت سے رشید احمد گنگوہی مراد ہیں۔ سنن ترمذی: ۳۵۵۷، کی روایتِ مذکورہ کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن میری تحقیق میں یہ روایت ضعیف ہے۔ دیکھئے: انوار الصحیفة، ت: ۱۴۹۹۔

❷ بعض لوگوں نے چند فقہی روایات کی وجہ سے اس اشارہ سے منع کیا ہے، مثلاً: خلاصہ کیدانی کا مصنف لکھتا ہے: "الباب الخامس فی المحرمات والإشارة بالسبابة كأهل الحديث" پانچواں باب محرمات (حرام چیزوں) میں اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرنا جس طرح اہل حدیث کرتے ہیں۔ (ص: ۱۵، ۱۶)

یہ قول درج بالا حدیث و دیگر دلائل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

❸ اس سنت صحیحہ کے خلاف بعض لوگوں نے اپنے مکاتیب وغیرہ میں انتہائی قابلِ مذمت "گوہر افشانی" کر رکھی ہے۔

❹ ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، آپ اپنی دائیں ذراع اپنی بائیں ران پر رکھے ہوئے، اپنی شہادت کی انگلی کو تھوڑا جھکا کر اُٹھائے ہوئے تھے۔①

❺ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ "ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوبِهَا" پھر آپ (ﷺ) نے اپنی شہادت کی انگلی کو اُٹھایا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ اسے حرکت دے رہے تھے، اس کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔②

اس صحیح حدیث کے مقابلے میں جس روایت میں "وَلَا يُحَرِّكُهَا" اور حرکت نہیں دیتے تھے، کے الفاظ آئے ہیں، اس کی سند محمد بن عجلان کی تدلیس (یعنی عن سے روایت کرنے) کی وجہ سے ضعیف ہے۔③

❻ رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت کی انگلی کو قبلہ رخ کرتے اور اس کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔④

---

① سنن أبي داود: ۹۹۱ وسنده حسن؛ صححه ابن خزيمة: ۷۱٦؛ ابن حبان، الاحسان: ۱۹٤۳۔ ② سنن النسائی: ۱۲٦۹، وسنده صحيح محفوظ۔

③ حال ہی میں الخلافیات للبیہقی آٹھ جلدوں میں قاہرہ سے طبع ہوئی ہے جو میری لائبریری میں موجود ہے، الحمدللہ۔ اس کتاب (۲/۳۰۰، ح: ۱۷۷۹ وسندہ حسن) میں محمد بن عجلان نے سماع کی صراحت کر رکھی ہے۔ تاہم بعض اہل علم اسے شاذ قرار دیتے ہیں، واللہ اعلم۔ [ندیم ظہیر]

④ النسائی: ۱۱٦۱، وسنده صحيح، وصححه ابن خزيمة: ۷۱۹، وابن حبان، الاحسان: ۱۹٤۳)

دعا میں چہرے پر ہاتھ پھیرنا

حدیث: 22 امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ -وَهُوَ وَهْبٌ- قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما يَدْعُوَانِ، يُدِيرَانِ بِالرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْوَجْهِ.

ابونعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو دیکھا، آپ دونوں دعا کرتے تھے (پھر) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔

اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر بعض لوگوں کی جرح مردود ہے۔

فوائد:

روایتِ مذکورہ میں محمد بن فلیح اور فلیح بن سلیمان دونوں جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔

1. دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ ①

درج بالا حدیث سے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت ہوتا ہے۔

2. فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اگر دعا کے عام دلائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بغیر التزام ولزوم کے کبھی کبھار اجتماعی دعا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

3. فرض نماز کے بعد انفرادی دعا کا ثبوت کئی احادیث میں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے نماز کے بعد انفرادی طور پر ہاتھ اٹھانا معلوم ہوتا ہے۔ ②

22۔ الادب المفرد للبخاری، ص: ٢١٤، ح: ٦٠٩، باب: ٢٧٦۔

① نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی، ص: ١٩٠۔

② مجمع الزوائد، ج: ١٠، ص: ١٦٩۔

حافظ ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔
مجمع الزوائد والی روایت طبرانی (المعجم الکبیر/ قطعۃ من الجزء ج۱۲ ص ۳۷ ح ۹۰) کی سند حافظ ابن کثیر کی جامع المسانید (۵۲۹/۸) میں موجود ہے لیکن اس کا ایک راوی فضیل بن سلیمان جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ①
محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے فضیل کے بارے میں تقریب التہذیب سے "صَدُوْقٌ وَلَهُ خَطأٌ كَثِيْرٌ" کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ②
اور جس کی خطاء کثیر (زیادہ) ہو وہ ضعیف راوی ہوتا ہے۔
یاد رہے کہ فضیل بن سلیمان کی صحیحین میں روایات متابعات وشواہد کی وجہ سے صحیح ہیں۔
تنبیہ: یہ ضعیف روایت بھی فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کی صریح دلیل نہیں ہے۔

4. درخواست پر دعا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔
5. امام اسحاق (بن راہویہ) ان احادیث پر (جن میں چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے) عمل مستحسن سمجھتے تھے۔ ③

امام عبدالرزاق نے فرمایا: "وَرَأَيْتُ مَعْمَرًا يَفْعَلُهُ" اور میں نے (امام) معمر (بن راشد) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [یعنی وہ دعا میں سینے تک ہاتھ اُٹھاتے، بعد ازاں اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔] ④

---

① دیکھئے السلسلة الضعيفة للشيخ الالبانى رحمه الله: ٦/ ٥٦، ح: ٢٥٤٤۔
② العلل المتناهية لابن الجوزى کا حاشية: ٢/ ٣٦٦، ح: ١٤١٩، حاشية نمبر: ٣۔
③ مختصر قيام الليل للمروزى، ص: ٣٠٤۔
④ مصنف عبدالرزاق: ٣/ ١٢٣، ح: ٥٠٠٣، وهو صحيح۔

نفلی نمازیں

حدیث:23 عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: «**مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا، غَيْرَ فَرِيضَةٍ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ**»

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان بندہ ہر روز نماز کی فرض رکعتوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل (روزانہ) پڑھتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر (محل) بنا دیتا ہے۔''

فوائد:

❶ اس حدیث پاک اور دیگر احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل کی بڑی فضیلت آئی ہے: چار ظہر سے پہلے اور دو بعد میں، دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی فرض نماز سے پہلے۔

❷ بعض روایات میں ظہر کے بعد چار (سنن الترمذی: ۴۲۷ وھو حدیث صحیح) اور عصر سے پہلے چار رکعات (ابوداود: ۱۲۷۱، وسندہ حسن) کی بھی فضیلت آئی ہے۔ یہ رکعتیں دو سلام سے پڑھنی چاہئیں۔①

❸ صحیح بخاری (۱/۱۲۸ ح ۹۳۷) وغیرہ میں ظہر سے پہلے دو رکعتیں بھی ثابت ہیں۔

❹ قیام اللیل للمروزی (ص ۴۷) میں بلا سند ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ (نامعلوم اشخاص) مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

یہ روایت بلا سند ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہے۔

23۔ صحیح مسلم: ۱/ ۲۵۱، ح: ۷۲۸۔

① دیکھئے: صحیح ابن حبان، الاحسان: ٤/ ۷۷، ح: ۲٤٤٤۔

5 مختصر قیام اللیل (ص ۵۸) میں بغیر کسی سند کے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ (نامعلوم اشخاص) عشاء سے پہلے چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

یہ روایت بھی بلا سند ہونے کی وجہ سے نا قابلِ حجت ہے۔

6 یہ تمام رکعتیں دو دو کر کے پڑھنی چاہییں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہے۔'' ①

ایک سلام کے ساتھ (نفل) چار اکٹھی رکعتیں، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رات اور دن کی نماز، یعنی نفل نماز دو دو رکعتیں ہے۔ ②

بعض آثار کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک سلام سے نوافل و سنن کی چار رکعتیں، اکٹھی پڑھنی جائز ہیں، مگر افضل یہی ہے کہ دو دو کر کے پڑھی جائیں۔

7 مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا جواز ثابت ہے۔

قولِ رسول ﷺ بھی ہے۔ ③

اور فعلِ رسول ﷺ بھی۔ ④

8 مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں (اوابین) پڑھنے والی روایت عمر بن ابی خثعم (سخت ضعیف راوی) کی وجہ سے شدید ضعیف ہے۔ ⑤

---

① صحيح ابن خزيمة: ٢/ ٢١٤، ح: ١٢١٠؛ صحيح ابن حبان، موارد الظمآن، ح: ٦٣٦، وسنده حسن۔

② السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/ ٤٨٧، وسنده صحيح۔

③ صحيح البخاري: ١/ ١٥٧، ح: ١١٨٣۔

④ مختصر قيام الليل للمروزي، ص: ٦٤، وقال: هذا اسناد صحيح على شرط مسلم؛ صحيح ابن حبان، الاحسان: ١٥٨٦، وسنده صحيح۔

⑤ دیکھئے سنن الترمذي، ج: ١، ص: ٩٨، ح: ٤٣٥۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ عشاء تک (نفل) نماز پڑھتے رہے۔①

❾ جمعہ کے خطبہ سے پہلے نبی کریم ﷺ سے چار رکعتیں ثابت نہیں ہیں اور نہ کوئی خاص عدد، جتنی مقدر ہو پڑھیں۔ حالت خطبہ میں دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائیں، جمعہ کے بعد چار بھی صحیح ہیں۔② اور دو بھی③ لیکن چار بہتر ہیں۔

---

① دیکھئے: سنن الترمذی: ۳۷۸۱ وقال: "حسن غریب" وسندہ حسن وصححہ ابن خزیمة: ۱۱۹٤؛ ابن حبان، الموارد: ۲۲۲۹ والذهبی فی تلخیص المستدرك: ۳/ ۳۸۱۔

② صحیح مسلم: ۱/ ۲۸۸، ح: ۸۸۱۔

③ صحیح بخاری: ۱/ ۱۲۸، ح: ۹۳۷۔

صبح کی دو سنتیں

حدیث:24 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ»

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی۔''

فوائد:

❶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز (مثلاً نمازِ صبح وغیرہ) کی اقامت کے بعد سنتیں یا نفل پڑھنا غلط اور باطل ہے، قرآن پاک کی آیت: ﴿ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ﴾ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (البقرۃ: ٤٣) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

❷ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کی متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی فرض نماز کے ہوتے ہوئے دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے: ''فَنَهٰى أَنْ يُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ'' یعنی آپ ﷺ نے اقامت ہو جانے کے بعد مسجد میں دوسری نماز پڑھنے سے منع فرما دیا۔①

❸ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں تو رسول اللہ ﷺ نے معلوم ہو جانے پر انہیں کچھ نہ کہا، بلکہ سکوت فرمایا۔②

24۔ صحیح مسلم: ١ / ٢٤٧، ح: ٧١٠۔

① ٢/ ١٧٠، ح: ١١٢٦، وسندہ حسن۔ ② دیکھئے: صحیح ابن خزیمۃ: ٢/ ١٦٤، ح: ١١١٦؛ صحیح ابن حبان: ٤ / ٨٢ "الاحسان"، ح: ٢٤٦٢؛ المستدرک: ١/ ٢٧٤، ٢٧٥، ح: ١٠١٧٠، وھو حدیث صحیح۔

اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی چاروں نے صحیح کہا ہے۔ اس روایت کی سند پر حافظ ابن عبدالبر کی جرح، جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

4 امام ابوحنیفہ کا (یعنی آپ سے مروی) قول ہے کہ ''جس کی صبح کی دو سنتیں رہ جائیں وہ یہ سنتیں نہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پڑھے اور نہ طلوع ہونے کے بعد۔'' ①

امام صاحب کا یہ قول (اگر ان سے ثابت ہو تو) درج بالا حدیثِ صحیح کے خلاف ہے اور سنن ترمذی (۱/۹۶ ح ۴۲۳) وغیرہ کی اس ضعیف حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں طلوعِ شمس کے بعد یہ سنتیں ادا کرنے کا ذکر ہے (یہ روایت قتادہ مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

5 بعض تقلید پرستوں نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف بعض صحابہ کے آثار پیش کیے ہیں جن میں سے اکثر ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً مجمع الزوائد (۷۵/۲) میں بحوالہ طبرانی (المعجم الکبیر: ۳۱۹/۹ ح ۹۳۸۷، ۹۳۸۵) جو اثر ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کی فرض نماز کے وقت دو سنتیں پڑھیں۔ یہ سند ابو اسحاق مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اگر طحاوی (کی شرح معانی الآثار) وغیرہ کے بعض آثار کو صحیح بھی مان لیا جائے تو قرآن اور صریح مرفوع احادیث کے مقابلے میں چند آثار کو پیش کرنا غلط اور باطل ہے۔ یاد رہے کہ متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے دوران میں سنتیں پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔

6 ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''وَلَا حُجَّةَ فِي قَوْلِ الصَّحَابِيِّ فِي مُعَارَضَةِ الْمَرْفُوْعِ'' (دیوبندیوں کے نزدیک) مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ ②

---

① [دیکھئے: الهداية (١/ ١٥٦ باب إدراك الفريضة)]

② اعلاء السنن: ١/ ٤٣٨، تحت ح: ٤٣٢، نیز دیکھئے: حدیث سابق: ١٠۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور اُن کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کے مقابلہ میں....'' ①

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ نہ قرآنِ کریم کے خلاف ہے اور نہ صحیح احادیث و جمہور صحابۂ کرام کے آثار کے خلاف ہے۔ نیز دیکھئے ح ۱۵

① احسن الکلام، ج:۲، ص: ۱۴۲، دوسرا نسخہ: ۲/ ۱۵۶۔

نماز میں مسنون قراءت

حدیث:25 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ: ﴿الٓمٓ تَنْزِيْلُ﴾، ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کی (فرض) نماز میں جمعہ کے دن ﴿الٓمٓ تَنْزِيْلُ﴾ (سورۃ السجدۃ) اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ (سورۃ الدھر) تلاوت فرماتے تھے۔

فوائد:

1. اس حدیث پاک سے نمازوں میں قراءت کے تعین کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔
2. تمام مساجد کے اماموں کو چاہیے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت کریں۔
3. جمعہ کی فرض نماز میں، پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۂ غاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔①

   نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون پڑھنا بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔②

   لہٰذا جس سنت پر بھی عمل کر لیں، ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا۔
4. اگر جمعہ کے دن عید آجائے تو جمعہ اور عید دونوں میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔③

25- صحیح البخاری: ۱/ ۱۲۲، ح: ۸۹۱؛ صحیح مسلم: ۱/ ۲۸۸، ح: ۸۸۰-

① دیکھئے: صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۲۸۷، ۲۸۸، ح: ۸۷۸- ② دیکھئے: صحیح مسلم: ۸۷۷، ترقیم دارالسلام: ۲۰۲۶- ③ صحیح مسلم: ۱/ ۲۸۸، ح: ۸۷۸-

عید کی نماز میں سورۃ القمر اور ق والقرآن المجید پڑھنا بھی مسنون ہے۔①

5 پہلی رکعت میں چھوٹی اور دوسری رکعت میں لمبی سورت پڑھنا بھی جائز ہے، مثلاً: پہلی میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ۔

6 سورتوں میں تقدیم وتاخیر بھی جائز ہے، مثلاً: پہلے سورۃ النساء پڑھے اور بعد میں سورۃ آلِ عمران پڑھے۔②

تاہم ترتیب بہتر ہے، جیسا کہ عام احادیث سے ثابت ہے۔

7 نماز میں ایک آیت بار بار پڑھنا بھی جائز ہے۔③

8 ان معینہ سورتوں کو صرف وہی حضرات پڑھتے ہیں، جن کے ہاں سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت ہے اور جنھیں اللہ تعالیٰ سنت پر عمل کی توفیق دیتا ہے۔ یاد رہے کہ سنتِ رسول بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے، اس چیز کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو آپ نماز جمعہ میں متبعینِ سنت کی کسی بھی مسجد میں چلے جائیں، وہاں آپ دیکھیں گے کہ یہی مسنون سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، جبکہ سنت سے ہٹ کر دوسرے اعمال علاقائی ہوتے ہیں، آپ دیگر مساجد میں جا کر دیکھ لیں کہ کسی مسجد میں کچھ سورتیں پڑھی جا رہی ہیں تو کسی دوسری مسجد میں کوئی اور سورتیں پڑھی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی سنت کا اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ بالکل صحیح ہے کہ نماز میں قرآن مجید میں سے جو بھی میسر ہو پڑھنا جائز ہے، لیکن جو قراءت سنت سے ثابت ہے، اسے پڑھنا سب سے بہتر اور بڑے ثواب کا کام ہے۔

9 جن نمازوں میں مخصوص قراءت ثابت ہے، اسے پڑھنا سنت، بہتر اور افضل ہے۔
باقی نمازوں میں: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ (المزمل : ۲۰) کی رُو سے (سورۂ فاتحہ کے بعد) جو بھی قراءت کریں، جائز ہے۔

---

① صحیح مسلم: ۱/ ۲۹۱، ح: ۸۹۱۔

② دیکھیے: صحیح مسلم: ۱/ ۲٦٤، ح: ۷۷۲۔ ③ سنن النسائی: ۱/ ۱۵٦، ۱۵۷، ح: ۱۰۱۱؛ صححه الحاکم والذھبی: ۱/ ۲٤۱، ح: ۸۷۹ والبوصیری۔ مزید تحقیق کے لیے دیکھیے: مختصر قیام اللیل للمروزی، ص ۱۳۰۔

تعداد رکعات وتر

حدیث:26 عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ»

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصے میں۔“

فوائد:

1. اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا جواز صراحت سے ثابت ہے۔
2. نبی کریم ﷺ سے ایک رکعت کا ثبوت قولاً اور فعلاً دونوں طرح احادیث سے ثابت ہے۔①
3. حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «الْوِتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ» ”وتر ہر مسلمان پر حق ہے، پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔“②

اس حدیث کو حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔③

حاکم اور ذہبی دونوں نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔④

26۔ صحیح مسلم: ۱/ ۲۵۷، ح: ۷۵۲۔

① مثلاً دیکھئے: صحیح البخاری: ۱/ ۱۳۶، ح: ۹۹۶؛ صحیح مسلم: ۱/ ۲۵۵، ۲۵۷، ح: ۷۴۵-۷۵۱ وغیرھما۔

② سنن ابي داود: ۱/ ۲۰۸، ح: ۱۴۲۲؛ سنن النسائی: ۱/ ۲۴۹، ح: ۱۷۱۲، وسنده صحیح۔ ③ الاحسان: ۴/ ۶۳، ح: ۲۴۰۳۔

④ المستدرك: ۱/ ۳۰۲۔

سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر حق ہے، لہٰذا جو شخص پانچ وتر پڑھنا چاہے تو پانچ پڑھے، جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے تو تین پڑھے اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے تو ایک وتر پڑھے۔ ①

4 تین رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر ایک وتر پڑھیں۔ ②

ایسی ایک روایت المستدرک سے نقل کرنے کے بعد انور شاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں: ''یہ روایت قوی ہے۔''

اس اعتراف کے بعد بانگِ دہل لکھواتے ہیں کہ ''میں چودہ سال تک اس حدیث (کے جواب) میں سوچتا رہا۔ اور پھر مجھے اس کا شافی وکافی جواب مل گیا۔'' ③

یہ جواب اصلاً مردود ہے اور باطنیوں کی تاویلات سے بھی زیادہ بعید ہے۔

مومن کی تو یہ شان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آ جائے تو سر تسلیم خم کر دے۔ اس کا عمل اگر خلافِ سنت تھا تو اب دلیل مل جانے پر اپنے عمل کو حدیثِ رسول کے مطابق کر لے۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ حدیث رسول کو اپنے پہلے سے طے شدہ فرقے اور آباء واجداد کے عمل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا پھرے؟

''خود بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں''

اللہ تعالیٰ ایسی سوچ وفکر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

① سنن النسائی: ۳/ ۲۳۸، ۲۳۹، ح: ۱۷۱۳، وسندہ صحیح۔

② دیکھئے: صحیح مسلم: ۱/ ۲٥٤، ح: ۷۳۸؛ صحیح ابن حبان، الاحسان، ٤/ ۷۰، ح: ۲٤۲٦؛ مسند احمد: ۲/ ۷٦، ح: ٥٤٦١؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ٤۲۲، ح: ۷٥۷، نیز دیکھئے آنے والی حدیث: ۲۷۔

③ فیض الباری: ۲/ ۳۷٥؛ العرف الشذی: ۱/ ۱۰۷؛ معارف السنن: ٤/ ۲٦٤، واللفظ لہ، درس الترمذی: ٤/ ۲۲٤۔

5. تین وتر، نماز مغرب کی طرح ادا کرنے ممنوع ہیں۔ (1)

تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنے، نبی کریم ﷺ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔

6. خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی انوارِ ساطعہ کے بدعتی مولوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقر اور مالکؒ، شافعیؒ واحمدؒ کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا۔'' (2)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک ایک وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔

---

(1) دیکھئے: صحیح ابن حبان، الاحسان: ٤/ ١٧، ح: ٢٤٢٠ وسنده صحیح، المستدرك: ١/ ٣٠٤، ح: ١١٣٨- ١١٣٧، وصححه الحاکم والذهبی علیٰ شرط البخاری و مسلم وقال النیموی فی آثار السنن: [٦٢٥] "و اسناده صحیح" ثم خالف الحدیث وأوّله بتأویل فاسد۔ (2) براهین قاطعه، ص: ٧۔

وتر کا طریقہ

حدیث:27 عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ الشَّفْعِ وَالْوِتْرِ بِتَسْلِيمٍ يُسْمِعُنَاهُ.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (وتر کی) جفت (دو) اور وتر (ایک) رکعت کو سلام کے ساتھ جدا (علیحدہ) کرتے تھے اور یہ سلام ہمیں سناتے تھے، یعنی اونچی آواز سے سلام کہتے تھے۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین رکعات وتر پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر ایک علیحدہ رکعت پڑھیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح وتر پڑھتے تھے۔①

❷ جن روایات میں آیا ہے: "ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا" پھر آپ تین وتر پڑھتے تھے۔② ان کا مطلب یہ ہے کہ دو علیحدہ اور ایک علیحدہ پڑھتے تھے، دلیل کے لیے دیکھئے صحیح مسلم (۱/۲۵۴ ح ۷۳۶) کی حدیث: "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ" یعنی آپ گیارہ رکعات اس طرح پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے اور آخر میں ایک وتر پڑھتے تھے۔

تنبیہ: بعض لوگ بغیر کسی دلیل کے یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ قیامِ لیل چار چار رکعتیں پڑھنے والی حدیث اور تین رکعتیں پڑھنے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نفل نماز چار

27۔ صحیح ابن حبان، الاحسان: ٤ / ٧٠، ح: ٢٤٢٦۔

① دیکھئے: صحیح البخاری: ٦٠١۔

② صحیح مسلم: ١/ ٢٥٤، ح: ٧٣٨۔

ایک سلام سے، اور تین ایک سلام سے پڑھنی چاہیے۔

یہ بے دلیل دعویٰ صحیح مسلم کی حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ سماعت نہیں ہے۔

3 جن مرفوع روایات میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا ذکر آیا ہے، وہ سب بلحاظِ سند ضعیف ہیں، بعض میں قتادہ مدلس ہیں (لیکن یاد رہے کہ یہ عمل آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔) لہٰذا اگر کوئی شخص ان ضعیف روایات (اور آثارِ صحابہ) پر عمل کرنا چاہے تو دوسری رکعت میں تشہد کے لیے نہیں بیٹھے گا، بلکہ صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لیے بیٹھے گا، جیسا کہ السنن الکبریٰ للبیہقی میں قتادہ کی روایت میں ہے۔

زاد المعاد (۱/۳۳۰) اور مسند احمد (۶/۱۵۵، ۱۵۶) والی روایت "لَا یَفْصِلُ فِیْهِنَّ" یزید بن یعفر کے ضعف اور حسن بصری رحمہ اللہ کے عنعنہ (دو علتوں) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: بعض صحابۂ کرام سے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو (ان کی وفات کے بعد) رات کو دفن کیا تو (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے وتر نہیں پڑھا، پھر وہ کھڑے ہوگئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی، پھر آپ نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں (اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔[1]

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) ایک سلام سے تین وتر پڑھنا جائز ہے۔

(۲) رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی (کبھی کبھار) وتر کی جماعت جائز ہے، کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جمادی الاولیٰ میں فوت ہوئے تھے۔[2]

4 دو تشہد اور تین وتر والی مرفوع روایت بلحاظ سند موضوع و باطل ہے۔[3]

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/ ۲۹۳، وسندہ حسن، وصححہ النیموی فی آثار السنن: ۶۱۸۔

[2] دیکھیے: تقریب التہذیب: ۳٤٦۷۔

[3] دیکھیے: الاستیعاب: ٤/ ٤۷۱ ترجمہ ام عبد بنت اسود اور میزان الاعتدال۔

اس کے بنیادی راوی حفص بن سلیمان القاری اور ابان بن ابی عیاش ہیں، دونوں متروک ومتہم ہیں، نیچے کی سند غائب ہے اور ایک مدلس کا عنعنہ بھی ہے، اتنے شدید ضعف کے باوجود "حدیث اور اہل حدیث" کے مصنف نے اس موضوع روایت سے استدلال کیا ہے۔①

5 عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تین وتر پڑھتے تھے تو ان میں بیٹھتے نہیں تھے اور صرف آخری رکعت میں تشہد پڑھتے تھے۔②

① دیکھئے: کتاب مذکور، ص: ۵۶۳ طبع مئی ۱۹۹۳ء۔
② المستدرك للحاكم: ۱/ ۳۰۵، وسنده حسن و أخطأ النيموي فضعفه۔

دعائے قنوت

حدیث:28 عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ...... «اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ [وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ».

سیدنا حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے ہیں، جنھیں میں وتر (نماز) میں پڑھتا ہوں: «اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ [وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ». ''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے ہدایت عطا کی ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی ہے اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے اپنا دوست بنایا ہے اور جو کچھ تو نے عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور مجھے اس شر سے محفوظ رکھ جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے، کیونکہ تیرا ہی فیصلہ صادر ہوتا ہے، تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا جس کا تو والی بن جائے اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کا دشمن بن جائے۔ اے ہمارے رب! تو برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''

28- سنن أبي داود: ١/ ٢٠٨، ٢٠٩، ح: ١٤٢٥؛ احمد: ١/ ١٩٩، ح: ١٧١٨، وسندہ صحیح۔ اسے ترمذی: ١/ ١٠٦، ح: ٤٦٤، نے حسن، ابن خزیمۃ: ٢/ ١٥١-١٥٢، ح: ١٠٩٥، ١٠٩٦ اور نووی نے صحیح قرار دیا ہے۔

فوائد:

1. یہ مرفوع روایت قنوت وتر کے سلسلے میں سب سے صحیح ہے۔
2. سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ......" مروی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے لیکن درج بالا کلمات فعلِ نبوی ﷺ ہونے کی صراحت کی وجہ سے راجح ہیں۔
3. سنن نسائی (۱/۲۴۸ ح ۱۷۰۰) اور سنن الدار قطنی (۲/۳۱ ح ۱۶۴۴، وسندہ حسن، فطر بن خلیفہ صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) میں ہے کہ "وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ" اور آپ ﷺ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے (اور یہی راجح ہے۔)

   سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔①
4. مصیبت وغیرہ کے وقت قنوتِ نازلہ بھی ثابت ہے۔ قنوتِ نازلہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مسنون ہے اور اس میں دونوں ہاتھ دعا کی طرح اٹھانے مسنون ہیں۔②
5. قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہے اور نہ اُٹھانا بھی جائز ہے۔ امامِ اہلسنت احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ دونوں قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھانے کے قائل تھے۔③

   بہتر یہی ہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ اور دیگر دلائل کی رو سے قنوتِ وتر میں ہاتھ نہ اُٹھائے جائیں۔④ واللہ اعلم

---

① الاوسط لابن المنذر: ۵/ ۲۰۸، ث: ۲۷۱۴، وسندہ حسن، همام بن يحيى سمع من عطاء بن السائب قبل اختلاطه، انظر شرح مشكل الآثار للطحاوی طبعة جديدة ۱/ ۱۴۹، ح: ۱۶۱، والموسوعة الحديثية: ۳۰/ ۲۱۶۔

② دیکھئے: مسند احمد: ۳/ ۱۳۷، ح: ۱۲۴۲۹۔ ③ دیکھئے مسائل ابی داود، ص: ۶۶ اور مسائل احمد واسحاق (روایت اسحاق بن منصور الکوسج: ۱/ ۲۱۱، ت: ۴۶۵، ۲/ ۵۹، ت: ۳۴۶۸۔ ④ نیز دیکھئے: ماهنامه الحدیث: ۱۴، ص: ۱۵۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اسماعیل بن عُلَیّہ سے دریافت کیا: آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو قنوت وتر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: نہ یونس (ابن عبید) کو اور نہ ایوب (السختیانی) کو؟ انہوں نے فرمایا: نہیں (یہ بھی نہیں اٹھاتے تھے)۔ (العلل و معرفة الرجال: ۲/ ۳۸۲ ت ۴۷۸۲۔ [ندیم ظہیر]

6 جن آثار میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس سے مراد دعا والا رفع یدین ہے۔ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں، لہٰذا بعض مقلدین کا خلط مبحث کرنا صحیح نہیں ہے۔

7 وتر یا قنوت نازلہ میں صراحت کے ساتھ چہرے پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں ہے، مگر مطلق دعا میں جائز ہے۔①

لہٰذا قنوت میں چہرے پر ہاتھ نہیں پھیرنے چاہئیں۔

8 حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان اور ابو اسحاق السبیعی (تابعین) سے ثابت ہے کہ وہ نماز میں جب دعائے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرتے تو (قراءت سے) فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے، پھر دعائے قنوت پڑھتے۔②

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: وتر کی آخری رکعت میں جب آپ قراءت سے فارغ ہو جائیں تو تکبیر کہہ کر اونچی آواز سے دعائے قنوت پڑھیں، پھر جب رکوع کرنا چاہیں تو تکبیر کہیں۔③

تنبیہ (۱): بعد میں تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام عبدالرزاق بن ہمام بھی مدلس ہیں۔④

تنبیہ (۲): رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا ثابت ہے۔⑤

9 قنوتِ وتر میں جمع کے صیغے کے ساتھ "اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ

---

① دیکھئے: حدیث نمبر: ۲۲۔ ② مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۳۰۷، ح: ۶۹۵۱ وسندہ صحیح۔ ③ مصنف عبدالرزاق: ۳/ ۳۴، ح: ۴۷۰۲ وسندہ صحیح۔
④ دیکھئے: الفتح المبین، ص: ۴۵ اور یہ روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ سند صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔
⑤ دیکھئے: حدیث: ۱۷، جس روایت میں واضح آتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت وتر سے پہلے رفع یدین کرتے تھے وہ لیث بن ابی سلیم کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۹۹؛ مصنف ابن أبي شیبة: ۲/ ۲۰۷؛ السنن الکبریٰ للبیهقي: ۳/ ۴۱) لہٰذا بعض الناس کا اس روایت کی بنا پر قنوت وتر سے پہلے رفع الیدین کرنا درست نہیں۔ [ندیم ظہیر]

عَافَيْتَ... ''إلخ بھی ثابت ہے۔①

لہٰذا اگر امام وتر پڑھائے اور قنوت جہراً پڑھے تو اسے جمع کا صیغہ استعمال کرنا چاہیے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ قنوت (یعنی قنوتِ نازلہ) پڑھتے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے آمین کہتے تھے۔②

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قنوتِ وتر میں اُونچی دعا اور مقتدیوں کا آمین کہنا جائز ہے۔امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ اس کے قائل تھے کہ امام (اونچی) دعا کرے اور مقتدی آمین کہیں۔③

⑩ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بعض اوقات) وتر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔④

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دعائے قنوت نہ پڑھے یا پڑھنا بھول جائے تو اس پر کوئی سجدہ سہو نہیں،اور اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔

---

① دیکھئے:صحیح ابن حبان، الاحسان: ۷۲۰ وسنده حسن۔

② دیکھئے: سنن أبي داود: ۱٤٤۳، وسنده حسن؛ صححه ابن خزيمة: ٦١٨؛ الحاكم:١/ ٢٢٥ علىٰ شرط البخاری ووافقه الذهبی۔

③ دیکھئے: مختصر قيام الليل للمروزی، ص: ۳۰۳؛ الاوسط لابن المنذر: ٥/ ٢١٦؛ مسائل ابي داود، ص: ٦٧ اور مسائل الامام احمد و اسحاق (رواية اسحاق بن منصور الكوسج ٢/ ٥٩١ فقره: ٣٤٦٨۔

④ مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٣٠٦، ح: ٦٩٤٤ وسنده صحيح۔

قیام رمضان، یعنی تراویح

حدیث:29 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ، إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ.

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں، فارغ ہونے کے بعد نماز فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اور) ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور (پھر) ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کل گیارہ (۲+۲+۲+۲+۲+۱) رکعات ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے الخ (۲۶۹/۱ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری ۱۲۸/۱ کتاب الصوم کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان) اس کے مقابلے میں بیس والی جو روایت پیش کی جاتی ہے، محدثین نے بالاتفاق اسے رد کر دیا ہے۔

جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ ''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔'' ①

❷ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں جو نماز پڑھی تھی، وہ آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر تھے۔ ②

اس کے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی

29۔ صحیح مسلم: ۱ / ۲۵٤، ح: ۷۳٦۔

① العرف الشذی: ۱ / ۱٦٦۔

② صحیح ابن خزیمۃ: ۲ / ۱۳۸، ح: ۱۰۷۰؛ صحیح ابن حبان: ٤ / ٦۲، ٦٤، ح: ۲٤۰۱ وسندہ حسن۔

جائزہ (ص ۱۶، ۱۹ ح ۲۴۰۶) اس مفہوم کی مؤید ایک روایت مسند ابی یعلیٰ میں بھی ہے جسے حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔①

3 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔②

اس حکم کے بموجب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔③

4 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح قولاً و فعلاً یا تقریراً قطعاً ثابت نہیں ہیں، یزید بن رومان والی روایت منقطع ہے، دوسرے یہ کہ یہ نہ قول ہے نہ فعل نہ تقریر بلکہ نامعلوم لوگوں کا عمل ہے۔

5 امام مالک رحمہ اللہ بھی صرف گیارہ رکعات کے قائل تھے۔④

اور یہی تحقیق ابوبکر بن العربی وغیرہ کی ہے۔⑤

ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی (متوفی: ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں: "وَقَالَ كَثِيْرٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً أَخذًا بِحَدِيْثِ عَائِشَةَ الْمُتَقَدِم" بہت سے علماء نے کہا ہے کہ قیام رمضان (تراویح) کا عدد گیارہ رکعات ہے، اس سلسلے میں انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حجت پکڑی ہے جو کہ گزر چکی ہے۔⑥

6 انور شاہ کشمیری صاحب کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔⑦

طحطاوی حنفی کہتے ہیں: "لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يُصَلِّهَا عِشْرِيْنَ بَلْ ثَمَانِيًا" کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔⑧

---

① مجمع الزوائد: ۲/ ۷۴۔ ② موطأ امام مالك: ۱/ ۱۱۴، ح: ۲۴۹ وسنده صحیح، وصححه الضياء المقدسی فی المختارة والنیموی وقواه الطحاوی۔
③ سنن سعيد بن منصور وصححه السيوطی: الحاوی فی الفتاویٰ: ۱ / ۳۵۰۔
④ كتاب الصلاة والتهجد لعبد الحق الاشبيلی، ص: ۲۸۷۔
⑤ دیکھئے: عارضة الاحوذی: ۴/ ۱۹۔ ⑥ المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم: ۲ / ۳۹۰، باب الترغيب فی قيام رمضان۔
⑦ فيض الباری: ۲ / ۴۲۰ العرف الشذی: ۱/ ۱۶۶۔ ⑧ حاشية الطحطاوی علیٰ الدر المختار: ۱/ ۲۹۵، تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا جائزہ، ص: ۱۰۸۔

تکبیرات عیدین

حدیث:30 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: **«التَّكْبِيْرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُولٰى، وَخَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ، وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا»**.

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عیدالفطر (اور عیدالاضحیٰ) میں پہلی (رکعت) میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں اور قراءت دونوں رکعتوں میں تکبیروں کے بعد ہے۔''

اسے امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، البخاری اور النووی وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔①

فوائد:

❶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز میں بارہ تکبیریں مسنون ہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

❷ نافع رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر (کی نماز) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ۔②

اور یہی مسئلہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے۔③

❸ ابوداود کی ایک غیر قولی روایت میں چار تکبیروں کا ذکر بھی آیا ہے۔④

30۔ سنن أبي داود: ١/ ١٧٠، ح: ١١٥١، وسنده حسن وهو صحيح بالشواهد۔

① التلخيص الحبير: ٢/ ٨٤، ح: ٦٩١ ونيل المقصود فى التعليق علىٰ سنن ابي داود، ح: ١١٥١، لمؤلف هٰذا الكتاب۔

② موطأ امام مالك: ١/ ١٨٠، ح: ٤٣٥ بتحقيقى واسناده صحيح۔

③ دیکھئے: احكام العيدين للفريابى، ص: ١٧٦، ح: ١٢٨، واسناده صحيح۔

④ ١/ ١٧٠، ح: ١١٥٣۔

لیکن اس کی سند ابو عائشہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو عائشہ کے بارے میں خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے کہا: ابن حزم اور ابن القطان نے کہا: مجہول ہے اور ذہبی نے میزان میں کہا: ''غَیْرُ مَعْرُوْفٍ'' ①

اس حدیث کے راوی امام مکحول رحمہ اللہ بھی بارہ تکبیرات کے قائل تھے۔ ②

4 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ ③

اس روایت سے امام بیہقی اور امام ابن المنذر رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے کہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا چاہیے۔ ④

یہ استدلال بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین وغیرہم سے تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ ⑤

اور نہ کرنا کسی مستند امام سے ثابت نہیں۔

5 سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہر اشارہ پر ہر انگلی کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔ ⑥

اس کی سند حسن ہے۔ ⑦

لہٰذا ثابت ہوا کہ بارہ تکبیروں سے ایک سو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔

فائدہ: حسن سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدۂ تلاوت کے لیے تکبیر کہتے

---

① بذل المجهود: ٦/ ١٩٠۔

② ابن أبي شيبة: ٢/ ١٧٥، ح: ٥٧١٤ والفريابي، ح: ١٢٢، باسناد صحيح۔

③ مسند احمد: ٢/ ١٣٤، ح: ٦١٧٥؛ صححه ابن الجارود، ح: ١٧٨۔

④ التلخيص الحبير: ٢/ ٨٦، ح: ٦٩٢۔

⑤ دیکھئے: ماهنامه الحديث حضرو: ١٧ص ١٥، ١٦۔

⑥ المعجم الكبير للطبراني: ١٧/ ٢٩٧، ح: ٨١٩۔

⑦ مجمع الزوائد: ٢/ ١٠٣۔

تھے، پھر سجدہ کرتے تھے۔ ①

لہٰذا ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کی تکبیر کہتے وقت بھی رفع یدین کرنا چاہیے۔

امام اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: "ورأيت أحمد رحمه الله تعالىٰ إذا سجد في تلاوة فی الصلٰوة رفع يديه" اور میں نے (امام) احمد (بن حنبل) رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ جب آپ نماز میں سجدۂ تلاوت کرتے تو (تکبیر کہتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔ ②

① سنن أبي داود، ج: ۱، ص: ۲۰۷، ح: ٤١٣۔
② كتاب المسائل عن احمد و اسحاق، المجلد الاول، ص: ٤٨١۔

مسافت سفر جس میں (نماز) قصر کرنا مسنون ہے

حدیث: 31 عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ، أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ -شُعْبَةُ الشَّاكُّ- صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

یحیٰی بن یزید الہنائی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (نو میل) سفر کے لیے نکلتے [شعبہ کو (تین میل یا تین فرسخ کے بارے میں) شک ہے] تو آپ دو رکعتیں پڑھتے۔

فوائد:

❶ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نو میل پر قصر کرنا مسنون ہے۔

❷ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما تو تین میل پر بھی قصر کے جواز کے قائل تھے۔①

❸ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔②

❹ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ۔ راوی حدیث بھی نو میل کے قائل تھے۔③

احتیاط بھی اسی میں ہے کہ شک سے نکلتے ہوئے، کم از کم نو میل (یعنی تقریباً ۲۰ کلومیٹر) پر قصر کیا جائے، اس طرح تمام احادیث پر بآسانی عمل ہو جاتا ہے۔

❺ صحیح بخاری کی جس روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

31- صحیح مسلم: ١/ ٢٤٢، ح: ٦٩١۔

① مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٤٤٣، ح: ٨١٢٠ وسنده صحيح۔

② مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٤٤٥، ح: ٨١٣٧ وسنده حسن، فقه عمر اردو، ص: ٣٩٤۔ ③ المحلىٰ ٥/ ٨، مسئله: ٥١٣۔

چار برد (۴۸ میل) پر قصر کرتے تھے، اس حدیث کے مخالف نہیں، کیونکہ نو میل پر قصر کرنے والا خود بخود اڑتالیس (۴۸) میل پر قصر کرے گا۔ اس اثر میں یہ بات بالکل نہیں ہے کہ وہ اڑتالیس میل (۴۸) سے کم پر قصر نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لیے روانہ ہوتے تو اپنے اونٹ (سواری) پر بیٹھ جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: «اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ...» ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لیے مسخر (تابع) کیا اور ہم اسے تابع و فرمان بردار بنانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ مانگتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے کی دعا مانگتے ہیں جن پر تو راضی ہوتا ہے۔ اے اللہ! ہمارے لیے ہمارا یہ سفر آسان کردے اور اس کی دوری (لمبی مسافت) کو لپیٹ (کر کم کر) دے۔“

اے اللہ! تو ہی سفر کا ساتھی اور (ہمارے) اہل (وعیال) کا خلیفہ (نگہبان) ہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے سفر کی مصیبتوں اور (اپنے) مال و اہل (گھر والوں) میں تکلیف دہ مناظر اور بُری واپسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

جب آپ (ﷺ) سفر سے واپس آتے تو یہی کلمات پڑھتے اور مزید یہ فرماتے:

«آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ»

”واپس لوٹ رہے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد (تعریف) کرنے والے ہیں۔“ ①

① صحيح مسلم: ١٣٤٢/٤٢٤۔

مدت قصر

حدیث:32 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ تِسْعَةَ عَشَرَ ، يَقْصُرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا .

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے انیس (۱۹) دن قیام کیا، آپ قصر کرتے تھے۔ پس اگر ہم انیس (۱۹) دن سفر میں ہوتے تو قصر کرتے ،اور اگر اس سے زیادہ (قیام میں) رہتے تو پوری پڑھتے۔"

فوائد:

1. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انیس (۱۹) دن ٹھہرنے کی نیت والا مسافر نماز قصر کرے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے گا۔
2. سنن ترمذی (۱۲۲/۱ ح ۵۴۸) میں بلا سند آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مسافر نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی وہ پوری نماز پڑھے گا ، یہ اثر صحیح سند کے ساتھ مصنف عبدالرزاق (۵۳۳/۲ ح ۴۳۴۳) و مصنف ابن ابی شیبہ (۴۵۵/۲ ح ۸۲۱۷ وسندہ صحیح) میں موجود ہے۔
   مشہور تابعی امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کوئی آدمی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو نماز پوری پڑھے گا۔①
3. کتاب الآثار محمد بن الحسن الشیبانی میں: "أَخْبَرَنَا أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ" کی سند سے ایک روایت موجود ہے۔ (ص ۲۰۱ ح ۱۸۸) لیکن یہ سند سخت ساقط الاعتبار بلکہ موضوع ہے۔

32۔ صحيح البخاري: ١/ ١٤٧ ، ح: ١٠٨٠۔

① مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٤٥٤ ، ح: ٨٢١٢ وسنده صحيح۔

۱: محمد بن الحسن محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے، بلکہ امام ابن معین نے کہا:

"جَهْمِيٌّ كَذَّابٌ"①

۲: حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں۔②

امام ابو حنیفہ کا حماد سے سماع قبل از اختلاط ثابت نہیں ہے۔③

4 جو لوگ مدتِ سفر کی تحدید تین دن کے اندر کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی صریح صحیح دلیل نہیں ہے نصِ صریح کے مقابلے میں عمومات پر قیاس کرنا مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

5 سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔④

6 سفر میں ظہر وعصر کی دو نمازیں (دو رکعتیں + دو رکعتیں) اور مغرب وعشاء کی دو نمازیں (تین رکعتیں + دو رکعتیں) جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔

امام ابن شہاب الزہری نے سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا سفر میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نے عرفات میں لوگوں کو (جمع کی) نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا؟⑤

جمع بین الصلاتین درج ذیل حالتوں میں جائز ہے: سفر، حج، بارش، کفار سے جنگ میں، حالتِ خوف، شرعی عذر، مثلاً: رفعِ حرج شدید اور مرض شدید وغیرہ۔

7 **بارش میں جمع بین الصلاتین جائز ہے۔ جب امراء (حکمران) بارش میں مغرب و** عشاء کی نمازیں جمع کرتے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ یہ نمازیں جمع کر لیتے تھے۔⑥

---

① لسان الميزان: ٥/ ١٣٩، كتاب الضعفاء للعقيلي: ٤/ ٥٥ ت ١٦١٢، وسنده صحيح۔ ② مجمع الزوائد: ١/ ١١٩، ١٢٠۔
③ دیکھئے: حدیث: ٩، نیز دیکھئے نمبر: ٢۔
④ مثلاً دیکھئے: سنن النسائی: ٣/ ١٢١، ح: ١٤٥٧، وسنده صحيح، العلاء بن زهير ثقه ولا شذوذ فى روايته۔ ⑤ موطأ مالك: ١/ ١٤٥، ح: ٣٣٠ وسنده صحيح۔
⑥ الموطأ: ١/ ١٤٥، ح: ٣٢٩ وسنده صحيح۔

8 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں اقامت کے علاوہ کچھ (اذان) نہیں کہتے تھے سوائے صبح کے، وہ صبح کی اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے اور فرماتے: اذان تو اس امام کے لیے ہوتی ہے جس کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں۔①

معلوم ہوا کہ اذان کے بغیر اور صرف اقامت کے ساتھ بھی نماز باجماعت ہو جاتی ہے۔ اگر شرعی عذر نہ ہو تو سفر میں بھی اذان بہتر ہے۔ شہر اور گاؤں میں اذان اسلام کا شعار ہے۔

---

① الموطأ: ۱/ ۷۳، ح: ۱۵۵، وسنده صحيح۔

سفر میں جمع بین الصلاتین

الجمع بين الصلاتين في السفر

حدیث:33 عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا.

سیدنا معاذ (بن جبل) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ ظہر وعصر کی نماز اکٹھی (یعنی جمع کر کے) پڑھتے تھے، اور مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔“

فوائد:

1. اس حدیث سے سفر میں جمع بین الصلاتین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔
2. نبی کریم ﷺ قرآن مجید کے شارحِ اعظم ومبین اعظم تھے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کا قول یا فعل قرآن پاک کے خلاف ہو، لہٰذا سفر میں جمع بین الصلاتین کو قرآن مجید کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔
3. متعدد صحابہ، جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل وفاعل تھے، مثلاً: سیدنا ابن عمر، عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص اور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم۔①
4. عذر کے بغیر نمازیں جمع کرنا صحیح نہیں ہے۔

   سفر، بارش اور شدید عذر کی بنیاد پر جمع کرنا جائز ہے۔(كما ثبت في صحيح مسلم وغيره) یہ سب شرعی عذر ہیں۔
5. جمع تقدیم مثلاً (ظہر کے وقت عصر اور ظہر دونوں کو اکٹھا پڑھنا) وجمع تاخیر (مثلاً عصر

33۔ صحیح مسلم: ١/ ٢٤٦، ح: ٧٠٦۔

① دیکھئے: ماہنامہ الحدیث حضرو: ٥٢، ص: ١٩، ٢٠۔

کے وقت ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھنا) دونوں طرح جائز ہے۔①

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ فرماتے تھے: سفر میں دونوں نمازوں کے اوقات میں سے کسی کے وقت میں (مثلاً ظہر کے وقت میں عصر اور عصر کے وقت میں ظہر) دونمازیں جمع کرنا جائز ہے۔②

6 سفر میں جمع بین الصلاتین کی روایات صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔③

7 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بارش میں بھی دونمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔④

صحیح مسلم (۷۰۵) وغیرہ کی احادیث کا عموم بھی اسی کا مؤید ہے کہ بارش میں جمع بین الصلاتین جائز ہے۔

اس سلسلے میں تفصیلی تحقیق کے لیے دیکھئے راقم الحروف کا مضمون: ''سفر میں دونمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔''⑤

8 نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہمارے حکمران جب بارش والی رات مغرب کی نماز لیٹ کرتے اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے جلدی پڑھتے تو سیدنا ابن عمر (رضی اللہ عنہما) ان کے ساتھ پڑھ لیتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قاسم (بن محمد بن ابی بکر) اور سالم (بن عبداللہ بن عمر) کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ایسی رات میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔⑥

اس اثر سے معلوم ہوا کہ بارش میں جمع تقدیم بھی جائز ہے، کیونکہ شفق غائب ہونے سے پہلے نمازِ عشاء کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عذر کی حالت میں جمع تقدیم کرنا بھی جائز ہے۔

---

① مسند احمد: ٥/ ٢٤١، ٢٤٢، ح: ٢٢٠٩٤ وسنده صحیح؛ سنن ابي داود: ١٢٢٠۔ نیز دیکھئے: ماهنامه الحدیث حضرو: ٥٢، ص: ٢١، ٢٢۔

② سنن الترمذي: ٥٥٤۔ ③ دیکھئے: صحیح بخاري: ١/ ١٤٩، ح: ١١٠٦- ١١١٢۔

④ موطأ امام مالك، ص: ١٢٦، وغیره، وسنده صحیح۔

⑤ ماهنامه الحدیث حضرو: ٥٢، ص: ١٧ تا ٢٥۔

⑥ مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٢٣٤، ح: ٦٢٦٦ وسنده صحیح۔

صلوٰۃ الاستسقاء

حدیث:34 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتَسْقِي، فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے نکلے، پس آپ نے دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنی چادر پلٹائی، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، ان میں آپ جہر کے ساتھ قراءت کر رہے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

فوائد:

1. صحیح البخاری (۱۰۲۵) کی دوسری روایت میں ہے: "ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ" پھر آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔

2. اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ استسقاء کی نماز مسنون ہے۔ اس کے برخلاف ہدایہ میں لکھا ہوا ہے:

"لَيْسَ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ صَلٰوةٌ مَسْنُونَةٌ فِي جَمَاعَةٍ"

(امام ابوحنیفہ نے کہا:) استسقاء کے موقع پر نماز باجماعت مسنون نہیں ہے۔①

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ تک یہ صحیح حدیث نہیں پہنچی ورنہ (اگر ہدایہ والا فتویٰ ان سے باسند صحیح ثابت ہوتو) وہ کبھی صحیح حدیث کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔ جس طرح فقہ حنفی کا بہت بڑا حصہ امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں، اسی طرح غالب اِمکان یہی ہے کہ ہدایہ والا یہ فتویٰ بھی امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

34۔ صحیح البخاری: ۱/ ۱۳۹، ح: ۱۰۲٤، واللفظ له، وصحیح مسلم: ۱/ ۲۹۳، ح: ۸۹٤۔ ① ۱/ ۱۷٦، باب الاستسقاء۔

صلوة التسبيح

حدیث:35 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: «يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ؟ أَلَا أَمْنَحُكَ؟ أَلَا أَحْبُوكَ؟ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ: أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَرْكَعُ، فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا، فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ، فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً».

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عباس، اے چچا جان! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے)

35۔ سنن أبي داود: ۱/ ۱۹۱، ح: ۱۲۹۷۔ اس کی سند حسن ہے، اسے ابوبکر الآجری، ابوالحسن المقدسی، ابوداود وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ الترغيب والترهيب: ۱/ ٤٦٨۔

دس اچھی خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ ذوالجلال آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، انجانے میں اور جان بوجھ کر کیے گئے تمام چھوٹے بڑے، چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ معاف فرما دے؟ (اور وہ عمل یہ ہے) کہ آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورۃ پڑھیں، جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات پندرہ بار پڑھیں: «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ» پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع میں ہی انہی کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر آپ رکوع سے اٹھ جائیں اور (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور سجدہ کی تسبیحات اور دعائیں پڑھنے کے بعد) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور اس جلسہ میں جو دعائیں ہوں پڑھ کر) دس بار انہی کلمات کو دہرائیں، پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر اس تسبیح کو ادا کریں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسۂ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں، ایک رکعت میں کل پچھتر (۷۵) تسبیحات ہوئیں، اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں، اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو ہر مہینے میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار (یہ نماز ادا) نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔"

فوائد:

1. امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ بھی نمازِ تسبیح کے قائل تھے۔[1]
2. تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود" دیکھیں۔ یہ نماز جماعت کے ساتھ ثابت نہیں، لہٰذا صلوٰۃ التسبیح انفرادی ہی پڑھنی چاہیے۔

[1] دیکھیے: سنن الترمذی: ٤٨١ وسنده صحیح؛ المستدرك: ١/ ٣٢٠، ح: ١١٩٧۔

سورج اور چاند گرہن کی نماز

حدیث:36 عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بِهِمْ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأَوَّلُ أَطْوَلُ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں سورج گرہن کی نماز دو رکعتوں میں چار رکوع کے ساتھ پڑھائی تھی، پہلا رکوع زیادہ طویل تھا۔

فوائد:

1. اس حدیث مبارک اور دیگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوف وخسوف (سورج گرہن اور چاند گرہن) کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں دو رکوع کرنے مسنون ہیں، اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔
2. اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز باجماعت پڑھنی مسنون ہے۔
3. دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک ہر رکعت میں صرف ایک رکوع ہے دو نہیں ہیں دیکھئے (الہدایہ ۱/۱۷۵) جبکہ اس قول پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے، لہٰذا درج بالا حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
4. سجدتین سے مراد رکعتین ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ......''. إلخ. ①

اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ عربی زبان میں سجدتین رکعتین کو بھی کہتے ہیں، لہٰذا سیاق وسباق اور فہم سلف صالحین کو دیکھ کر ہی ترجمہ کرنا چاہیے۔

36۔ صحيح البخاري: ١ / ١٤٥، ح: ١٠٦٤؛ صحيح مسلم: ١/ ٢٩٦، ح: ٩٠١۔

① صحيح البخاري: ١١٧٢؛ صحيح مسلم: ٧٢٩۔

سجدۂ سہو

حدیث:37 عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ». سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پس اگر تم میں کوئی شخص (نماز میں) بھول جائے تو (سجدۂ سہو) دو سجدے کرے۔''

فوائد:

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں اگر بھول چوک ہو جائے تو سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں۔ یہ سجدے سلام سے پہلے بھی جائز ہیں اور سلام کے بعد بھی جائز ہیں۔

❷ اگر تعداد رکعات مثلاً تین چار میں شک ہو جائے تو یقین کو اختیار کر کے سلام سے پہلے دو سجدے کرنے چاہئیں۔①

❸ اگر تشہدِ اول بھول جائے تو آخر میں سجدہ سہو کریں۔②

❹ فتاویٰ عالمگیری (۱/ ۱۲۵) میں لکھا ہوا ہے:

"وَالصَّوَابُ أَنْ يُسَلِّمَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً وَ عَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ"

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف سلام پھیرے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔

خواجہ محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نہ جانے ان جمہور سے کون سے لوگ مراد ہیں، بعض ضرورت سے زیادہ کاروباری لوگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کوئی سودا بیچتے وقت

37۔ صحيح مسلم: ۱/ ۲۱۳، ح: ۵۷۲ ملخصًا۔

① صحيح مسلم: ۱/ ۲۱۱، ح: ۵۷۱۔

② ابو داود، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ح: ۱۰۳٤، ۱۰۳۵، صحيح و اصله متفق عليه [صحيح البخاری: ۱۲۲٤؛ صحيح مسلم: ۵۷۰] وصححه الترمذی، ج: ۱، ص: ۸۹؛ ابن ماجه، ص: ۷٤، ح: ۱۲۰٦، ۱۲۰۷۔

کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کا اتنا مول لگ گیا ہے۔ اب کسی کو کیا معلوم کہ وہ حضرت گھر سے مول لگوا کر آئے ہیں، مذہبی کتابوں میں گھریلو جمہوریت کی بات نہیں کرنی چاہیے، یہ بڑی ذمہ داری کی بات ہوتی ہے، انسان مغالطے میں پڑ جاتا ہے۔''①

❺ محقق اہلِ حدیث حافظ خواجہ محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حنفیہ سلام کے بعد سجدۂ سہو کے قائل ہیں اور عام نمازوں کے آخر میں یہ مکمل التحیات پڑھتے ہیں اور دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں یہ پتا نہیں انہیں کس نے بتلا دیا ہے کہ سجدۂ سہو کرنا ہو تو صرف تشہد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیرنا چاہیے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔''②

❻ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نماز میں پہلا تشہد پڑھے بغیر کھڑے ہو گئے تو لوگوں نے سبحان اللہ کہا، پھر جب آپ نے نماز پڑھی تو بیٹھے بیٹھے (آخر میں) سہو کے دو سجدے کیے، پھر فرمایا: میں نے آپ کی آوازیں سنی تھیں اور یہ (میرا عمل) سنت ہے۔③

معلوم ہوا کہ آدمی اگر پورا کھڑا ہو جائے تو پھر بیٹھنا نہیں چاہیے اور آخر میں سہو کے دو سجدے کر لے۔

❼ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے اور سلام کے بعد دونوں طرح جائز ہے، لیکن یاد رہے کہ بعض آلِ تقلید کا سجدۂ سہو میں (ہمیشہ) صرف ایک طرف سلام پھیرنا ثابت نہیں ہے۔ سلام کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا بھی صحیح ہے اور مکمل تشہد کے بعد دو سجدے کر کے سلام پھیر دینا بھی صحیح ہے۔

❽ بعض مرفوع روایات میں مطلق نماز میں ایک طرف سلام پھیرنے کا ذکر آیا ہے مگر یہ ساری روایات ضعیف ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً مطلق نماز میں سامنے کی طرف ایک سلام پھیرنا بھی ثابت ہے۔④

مگر مرفوع احادیثِ متواترہ اور جمہور صحابہ سے مطلق نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنا ثابت ہے۔ مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں طرف سلام پھیرتے تھے۔⑤

---

① حی علی الصلاة، ص: ١٦٣۔ ② حی علی الصلوٰة، ص: ١٦٣۔ ③ مصنف ابن أبي شيبة: ٣/ ٣٥، ح: ٤٤٩٨ وسنده صحيح۔ ④ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/ ١٧٨، وسنده حسن، الاوسط: ٣/ ٢٢٢۔ ⑤ دیکھیے: الاوسط: ٣/ ٢٢١ وسنده حسن۔

صف کے پیچھے اکیلا نمازی

حدیث:38 عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: خَرَجْنَا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَبَايَعْنَاهُ، وَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ صَلَّيْنَا وَرَاءَهُ صَلَاةً أُخْرَى، فَقَضَى الصَّلَاةَ، فَرَأَى رَجُلًا فَرْدًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ، قَالَ: فَوَقَفَ عَلَيْهِ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ حِينَ انْصَرَفَ، قَالَ: «اسْتَقْبِلْ صَلَاتَكَ، لَا صَلَاةَ لِلَّذِي خَلْفَ الصَّفِّ».

(سیدنا) علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کی، اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر ہم نے آپ کے پیچھے ایک دوسری نماز پڑھی، آپ نے نماز ادا کی تو ایک شخص کو دیکھا کہ صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا ہے، آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے، جب اس نے سلام پھیرا تو آپ نے حکم دیا کہ اپنی نماز دوبارہ پڑھو۔ آپ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔''

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صف کے پیچھا کیلے نماز پڑھنے والے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔

② سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔①

③ حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ آخر

38- سنن ابن ماجه، ص: ٧٠، ح: ١٠٠٣، وقال البوصيري: "اسناده صحيح رجاله ثقات"۔ اسے ابن خزيمة (٣ / ٣٠، ح ١٥٦٩) اور ابن حبان (الموارد، ح: ٤٠١) نے صحیح قرار دیا ہے۔

① [سنن أبي داود: ١/ ١٠٦، ح: ٦٨٢؛ صححه ابن حبان: ٢٢٠١-٢١٩٨؛ ابن الجارود: ٣١٩، وغيرهم وحسنه الترمذي: ٢٣٠؛ البغوي: ٨٢٤]۔

تک صف کے پیچھے اکیلے نہیں تھے، بلکہ چل کر صف میں شامل ہوگئے تھے۔ اسی طرح مدرک رکوع کے سلسلے میں حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کرنا بھی غلط ہے۔①

4 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ آ کر آپ کی بائیں طرف کھڑے ہوگئے، آپ نے انہیں ہاتھ سے پکڑ کر دائیں طرف کھڑا کر دیا پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کی بائیں طرف کھڑے ہوگئے، آپ نے دونوں (صحابیوں) کو ہاتھ سے دھکیل کر پیچھے کر دیا۔②

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صحابی آ گئے، آپ نے انہیں دائیں طرف کھڑا کر دیا، پھر دوسرے تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور آپ نے نماز پڑھائی۔③

اگر کوئی شخص ان احادیث سے استدلال کر کے اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر ملا لے تو جائز ہے، تاہم صف کے بالکل آخری کونے سے کھینچے تاکہ قطع صف سے بچ جائے۔

بعض علماء اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ درمیان سے آدمی کھینچے تاکہ "وَسِّطُوا الْإِمَامَ" وغیرہ پر عمل ہو جائے۔④

یہ روایت یحییٰ بن بشیر کی والدہ: امۃ الواحد اور یحییٰ بن بشیر کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

5 امام عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ (تابعی) نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا جو مسجد میں داخل ہوا اور صف پوری ہو چکی ہو: اگر وہ صف میں داخل ہو سکتا ہے تو داخل ہو جائے ورنہ پھر

---

① دیکھئے: جزء القراءۃ للبخاری، ح: ١٣٦۔

② دیکھئے: صحیح مسلم: ٣٠١٠؛ دار السلام: ٧٥١٦۔

③ صحیح ابن خزیمۃ: ٣/ ١٨، ح: ١٥٣٦، وسندہ صحیح، سعید بن أبي ھلال حدث بہ قبل اختلاطہ۔

④ سنن أبي داود، ح: ٦٨١۔

کسی آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کرے اور اکیلے نماز نہ پڑھے۔①

6 حنفی اصول بزدوی (ص ٦٠) میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو جو مجہول لکھا ہوا ہے وہ انتہائی غلط بات ہے، اس قسم کے اصول کی شعبدہ بازی سے تقلید پرست حضرات، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حق یہ ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مجہول نہیں۔ رضی اللہ عنہم

① مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٢٢٢، ح: ٦١٤٥ وسنده صحيح۔

تعدیل ارکان

حدیث:39 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ -وذكر الحديث- فَقَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا».

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ -اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو، پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرلو، پھر سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو، پھر اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرلو، پھر ساری نمازوں (رکعتوں) میں ایسے ہی کرو۔''

فوائد:

1. اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نماز میں تعدیل ارکان فرض ہے۔
2. سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع و سجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو فرمایا: ''مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ'' تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو (اس حالت میں) مر جاتا تو اس فطرت (دین اسلام) پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔①
3. بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب الہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ تعدیل ارکان

39- صحيح البخاري: ١/ ١٠٩، ح: ٧٩٣؛ صحيح مسلم: ١/ ١٧٠، ح: ٣٩٧-

① صحيح البخاري: ١/ ١٠٩، ح: ٧٩١-

"فَلَيْسَ بِفَرْضٍ" فرض نہیں ہے۔①

بلکہ محمود حسن دیوبندی کی تقریر ترمذی (ص:۱۱ مترجما) میں بلاسند لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے (قاضی) ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی، ابو یوسف نے تعدیل ارکان کے بغیر جلدی جلدی نماز پڑھا دی، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے یعقوب (یعنی ابو یوسف آج) فقیہ ہو گئے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی دوسرے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس نماز کا اعادہ بطور نفل کر لیا۔

④ آلِ تقلید کی "فقہ شریف" کی مستند (!) کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے جائیں تو (حنفی) اجماع ہے کہ نماز صحیح ہے۔②

ظاہر ہے کہ یہ قول صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور ایسی نماز تو کوئی بازی گر ہی پڑھ سکتا ہے۔ العیاذ باللہ

⑤ جزء القراءت للبخاری کی ایک روایت میں آیا ہے:

«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ ارْكَعْ»

یعنی جب "فرض" نماز کی اقامت ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر پھر قراءت کر۔③

یہ مسی الصلوٰۃ والی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور اس سے قراءت خلف الامام بھی ثابت ہوتی ہے۔

⑥ حدیث مسی الصلوٰۃ کی ایک سند میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا» "پھر سجدہ کر حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرے، پھر اُٹھ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جائے پھر سجدہ کر حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرے پھر اُٹھ حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جائے۔"④

معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے بعد بیٹھنا ضروری ہے۔

⑦ نیز دیکھئے حدیث:۱۸

① ١/ ١٠٦، ١٠٧ ملخصًا۔ ② ١/ ٧٠، طبع كوئٹه بلوچستان۔ ③ [ح ١١٣، اسناده صحيح] ④ صحيح البخاري: ٦٢٥١ وسنده صحيح محفوظ۔

نماز جنازہ کا طریقہ

حدیث:40 عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ(وَ سُورَةٍ وَجَهَرَ حَتَّى أَسْمَعَنَا) وَقَالَ: لِيَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ [وَحَقٌّ].

طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے کہا: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، پس انہوں نے سورۂ فاتحہ (اور ایک سورت جہراً بلند آواز سے ہمیں سنا کر) پڑھی اور فرمایا: (میں نے اس لیے جہراً پڑھی ہے تاکہ) جان لو کہ یہ سنت (اور حق) ہے۔

فوائد: ❶ اس حدیث سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» کا عموم بھی اس کا مؤید ہے۔①

❷ مروجہ ثنا "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ...... وَفِيْهِ: وَجَلَّ ثَنَاءُكَ" اور مروجہ درود: "رحمت وترحمت" کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❸ اگر صحابی مِنَ السُّنَّةِ وغیرہ کے الفاظ کہے تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوتی ہے۔③

یہی بات اصول حدیث میں لکھی ہوئی ہے۔ محمد بن ابراہیم الحلبی الحنفی نے قفو الاثر فی صفو علوم الاثر (ص۹۴) میں کہا: "وَأَمَّا قَوْلُ الصَّحَابِيِّ: مِنَ السُّنَّةِ ، ذَاكِرًا قَوْلًا أَوْ

40۔ [صحيح البخاري: ١ / ١٧٨ ، ح: ١٣٣٥]/ ترجمے میں پہلی بریکٹ "[ ]" کے الفاظ سنن النسائي: ١ / ٢٨١ ، ح: ١٩٨٩ ، وسنده صحيح ، اور دوسری کے منتقی ابن الجارود ، ح: ٥٣٤ ، ٥٣٦ ، کے ہیں، آخری بریکٹ کے الفاظ نسائی اور ابن الجارود کے ہیں۔

② [صحيح البخاري: ٧٥٦] ③ دیکھئے: صحيح البخاري: ٢ / ٧٨٥ ، ح: ٥٢١٣؛ صحيح مسلم: ١/ ٤٧٢ ، ح: ١٤٦١ وغيرهما۔

فِعْلًا فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ عِنْدَالْأَكْثَرِ وَهُوَ مَذْهَبُ عَامَةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ أَصْحَابِنَا وَ مُخْتَار صَاحِبُ الْبَدَائِعِ مِنْ مُتَأَخِّرِيْهِمْ"

اور صحابی کا قول مِنَ السُّنَّۃ ہے، قول سے متعلق ہو یا فعل سے، اکثر کے نزدیک مرفوع کے حکم میں ہے اور یہی مسلک ہمارے عام متقدمین کا ہے اور اسے ہی بدائع الصنائع کے مصنف (ملا کاسانی) نے اختیار کیا ہے جو کہ متاخرین میں سے ہیں۔

④ جنازہ میں قراءت وغیرہ جہراً بھی جائز ہے، جیسا کہ صحیح البخاری وسنن النسائی سے ظاہر ہے اور سراً بھی، جیسا کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ (دیکھئے فائدہ نمبر ۶)

⑤ نماز جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کرنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے ثابت ہے۔①

بلکہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ رفع یدین ثابت ہے۔②

⑥ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اَلسُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ أَنْ يُكَبِّرَ، ثُمَّ يَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، ثُمَّ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ يُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ، وَلَا يَقْرَأَ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى، ثُمَّ يُسَلِّمَ فِي نَفْسِهِ عَنْ يَمِينِهِ"

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو، پھر سورۂ فاتحہ پڑھو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔ پھر خاص طور پر میت کے لیے دعا کرو، قراءت صرف پہلی تکبیر میں کرو، پھر اپنے دل میں (یعنی سراً، خفیہ آواز سے) دائیں طرف سلام پھیر دو۔③

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے یا انہوں نے سورۂ فاتحہ کے بغیر جنازہ پڑھا ہو۔ جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے میں قراءت نہیں کرتے تھے، اس سے مراد یہ ہے کہ جہری قراءت نہیں کرتے

---

① مصنف ابن أبي شيبة: ۳/ ۲۹٦، ح: ۱۱۳۸۰، وسنده صحيح۔

② دیکھئے: كتاب العلل للدارقطني: ۱۳/ ۲۲، مسئله: ۲۹۰۸ وسنده صحيح محفوظ۔

③ منتقى ابن الجارود، ح: ٥٤٠ وسنده صحيح، مصنف عبدالرزاق: ۳/ ٤٨٨، ٤٨٩، ح: ٦٤٢٨۔

تھے۔نماز جنازہ میں وہی درود پڑھنا چاہیے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔(یعنی نماز والا) "رحمت و ترحمت" والا،خود ساختہ درود نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

7 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جنازے میں سبحانك اللهم . . . إلخ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں سنا۔①

[انتھی کتاب ہدیۃ المسلمین]

① مسائل ابي داود، ص: ۱۵۳۔

صحیح نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ زبیر علی زئی

فہرست

تنبیہ: مردوں اور عورتوں کے طریقۂ نماز میں کوئی فرق قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اول

اقرارِ توحید کے بعد نماز اسلام کا دوسرا اور اہم رکن ہے۔ کتاب وسنت میں جہاں اس کی پابندی پر زور دیا گیا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کا فرمان: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي» اس کی ادائیگی میں "طریقۂ نبوی" کو لازم قرار دیتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "مختصر صحیح نمازِ نبوی" اسی اہمیت کے پیشِ نظر لکھی گئی ہے۔ جس میں استاذِ محترم حافظ زبیر علی زئی ﷾ نے صحیح اور حسن لذاتہ احادیث کی رُو سے بڑے احسن انداز سے طریقۂ نماز کو بیان کیا ہے۔ نیز کئی ایک مقامات پر آثارِ سلف صالحین سے مسائل کی وضاحت اس پر طرّہ ہے۔

مذکورہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر جامعیت و افادیت کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔

"مختصر صحیح نمازِ نبوی" اس سے قبل ماہنامہ "الحدیث" حضرو میں چھپ چکی ہے لیکن احباب کے اصرار پر ترمیم واضافہ کے ساتھ اب اسے کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

استاذِ محترم مستقبل قریب میں اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (ان شاء اللہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور صحت و عافیت دے تا کہ کئی ایسے ارادوں کی تکمیل ہو سکے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر ماہنامہ "الحدیث" حضرو

(۲۰۰۶/۹/۲۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضو کا طریقہ

❶ وضو کے شروع میں "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ»
جو شخص وضو (کے شروع) میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں ہے۔ ①

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا: «تَوَضَّؤُوْا بِسْمِ اللّٰهِ» وضو کرو: بسم اللہ ②

❷ وضو (پاک) پانی سے کریں۔ ③

❸ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ»
اگر مجھے میری امت کے لوگوں کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ ④

آپ ﷺ نے رات کو اٹھ کر مسواک کی اور وضو کیا۔ ⑤

---

① سنن ابن ماجه: ٣٩٧ وسنده حسن، ورواه الحاكم في المستدرك ١/ ١٤٧۔

② سنن النسائي: ١/ ٦١ ح ٧٨ وسنده صحيح، وابن خزيمة في صحيحه ١/ ٧٤ ح ١٤٤ وابن حبان في صحيحه (الاحسان: ٦٥١٠/ ٦٥٤٤)

③ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ "پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔" (النسآء: ٤٣، المآئدة: ٦)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة ١/ ٢٥ ح ٢٥٦ وسنده صحيح)

لہٰذا معلوم ہوا کہ گرم پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے۔ [تنبیہ: نبیذ، شربت اور دودھ وغیرہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔]

④ صحيح البخاري: ٨٨٧ و صحيح مسلم: ٢٥٢۔

⑤ صحيح مسلم: ٢٥٦۔

4 پہلے اپنی دونوں ہتھیلیاں تین دفعہ دھوئیں۔ ①

5 پھر تین دفعہ کلی کریں اور ناک میں پانی ڈالیں۔ ②

6 پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھوئیں۔ ③

7 پھر تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں۔ ④

8 پھر (پورے) سر کا مسح کریں۔ ⑤

اپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کریں، سر کے شروع حصے سے ابتدا کر کے گردن کے پچھلے حصے تک لے جائیں اور وہاں سے واپس شروع والے حصے تک لے آئیں۔ ⑥

سر کا مسح ایک بار کریں۔ ⑦

---

① صحیح البخاری: ۱۵۹ وصحیح مسلم: ۲۲٦۔ ☆ میمون تابعی رحمہ اللہ جب وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔ (مصنف ابن أبي شيبة ۱/ ۳۹ ح ٤۲٥ وسنده صحيح)

استنجاء کے لیے جاتے ہوئے از کار والی انگوٹھی کا اتارنا ثابت نہیں ہے، اس سلسلے میں مروی حدیث ابن جریج کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے: سنن أبي داود: ۱۹، بتحقیقي۔

② صحیح البخاری: ۱۵۹ وصحیح مسلم: ۲۲٦ / بہتر یہی ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کریں اور ناک میں پانی ڈالیں، جیسا کہ صحیح بخاری: ۱۹۱ و صحیح مسلم: ۲۳٥ سے ثابت ہے۔ تاہم اگر کلی علیحدہ اور ناک میں پانی علیحدہ ڈالیں تو بھی جائز ہے۔ (دیکھئے التاریخ الکبیر لابن أبي خیثمة، ص: ٥۸۸، ح: ۱٤۱۰ وسنده حسن) ③ صحیح البخاری: ۱۵۹ وصحیح مسلم: ۲۲٦۔

④ صحیح البخاری: ۱۵۹ وصحیح مسلم: ۲۲٦ / اگر باوضو ہو کر سر پر عمامہ باندھا ہو تو دوبارہ وضو کرنے کی صورت میں اس پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ اسے کھولا نہ ہو۔ دیکھئے: صحیح البخاری: ۲۰٥۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ عمامے پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن أبي شيبة ۱/ ۲۲ ح ۲۲۲ وسنده حسن)

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے ٹوپی پر مسح کیا۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ۱/ ٤۲۸ وسنده صحيح)

⑤ صحیح البخاری: ۱۵۹ وصحیح مسلم: ۲۲٦۔

⑥ صحیح البخاری: ۱۸٥ ومسلم: ۲۳٥۔ ⑦ سنن أبي داود: ۱۱۱ وسنده صحيح

بعض روایتوں میں سر کا مسح تین دفعہ کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: سنن أبي داود: ۱۰۷، ۱۱۰ وهو حديث حسن۔

پھر دونوں کانوں کے اندر اور باہر کا ایک دفعہ مسح کریں۔①

9 پھر اپنے دونوں پاؤں، ٹخنوں تک تین تین بار دھوئیں۔②

10 وضو کے دوران میں (ہاتھوں اور پاؤں کی) انگلیوں کا خلال کرنا چاہیے۔③

11 داڑھی کا خلال بھی کرنا چاہیے۔④

تنبیہ: وضو کے بعد شرمگاہ پر پانی کے چھینٹے مارنا بھی ثابت ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۶۶ وھو حدیث حسن لذاتہ) یہ شک اور وسوسے کو زائل کرنے کا بہترین حل ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۶۷)

---

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب وضو کرتے تو شہادت والی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے (اور ان کے ساتھ دونوں کانوں کے) اندرونی حصوں کا مسح کرتے اور انگوٹھوں کے ساتھ باہر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة ۱/ ۱۸ ح ۱۷۳ وسنده صحيح)

تنبیہ: سر اور کانوں کے مسح کے بعد، الٹے ہاتھوں کے ساتھ گردن کے مسح کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

② صحيح البخاري: ۱۵۹ ومسلم: ۲۲۶۔

اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے ہوں، جوربین مجلدین اور جوربین منعلین ہوں یا جرابیں ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔ جرابوں پر مسح سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔ دیکھئے: الاوسط لابن المنذر (۱/ ٤٦٢ وسنده صحيح) اور مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۱۸۸، ۱۸۹)

تنبیہ: تشبیک (انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا) بذاتِ خود جائز ہے، لیکن وضو کر کے مسجد جاتے ہوئے تشبیک منع ہے۔

(دیکھئے: سنن أبي داود: ٥٦٢ وسند حسن)

③ ابو داود: ١٤٢ وسنده حسن [الترمذی: ۳۹ وقال: "هٰذا حديث حسن غريب"]

④ الترمذی: ۳۱ وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح" اس کی سند حسن ہے۔

☆ جس شخص کا ازار ٹخنوں سے نیچے ہو، اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔

دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/ ۲٤۲ وسنده حسن)

⑫ وضو کے بعد درج ذیل دعائیں پڑھیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.①

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ.②

⑬ وضو کے بعض نواقض (وضو توڑنے والے عوامل) درج ذیل ہیں:

پیشاب، پاخانہ، نیند (سنن الترمذی: ۳۵۳۵ وقال: ''حسن صحیح'' وھو حدیث حسن) مذی (صحیح بخاری: ۱۳۲ وصحیح مسلم: ۳۰۳) شرمگاہ کو ہاتھ لگانا (سنن ابی داود: ۱۸۱ وصححہ الترمذی: ۸۲ وھو حدیث صحیح) اونٹ کا گوشت کھانا۔ (صحیح مسلم: ۳۶۰)

اور (سبیلین سے) ہوا (ریح) کا خارج ہونا (ابوداود: ۲۰۵ وسندہ حسن)

---

① صحيح مسلم: ب ۱۷ / ۲۳٤۔ ☆ تنبیہ: سنن الترمذی (۵۵) کی ضعیف روایت میں ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ'' کا اضافہ موجود ہے لیکن یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ابوادریس الخولانی اور ابوعثمان (سعید بن ہانی رمسند الفاروق لابن کثیر ۱/۱۱۱) دونوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا، دیکھئے میری کتاب: " انوار الصحيفة فى الاحاديث الضعيفة" (ت: ۵۵)

وضو کے بعد آسمان کی طرف چہرہ یا انگلی اٹھا کر اشارہ کرنے کا صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سنن ابی داود والی روایت (۱۷۰) ابن عم زہرہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وضو کے دوران میں دعائیں پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

② السنن الكبرىٰ للامام النسائى: ح ۹۹۰۹، وعمل اليوم والليلة: ح ۸۰ وسنده صحيح، اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ (مستدرك الحاكم: ۱/ ٥٦٤ ح ۲۰۷۲) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "هٰذا حديث صحيح الإسناد"

(نتائج الافكار: ۱/ ۲٤٥)

تنبیہ: غسلِ جنابت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے استنجاء کریں، پھر (سر کے مسح اور پاؤں دھونے کے علاوہ) مسنون وضو کریں اور پھر سارے جسم پر اس طرح پانی بہالیں کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور آخر میں پاؤں دھولیں۔

صحیح نماز نبوی

تکبیرِ تحریمہ سے سلام تک

❶ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ (کعبہ) کی طرف رخ کرتے، رفع الیدین کرتے اور فرماتے: اللہ اکبر۔①

اور فرماتے: جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ۔②

❷ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔③

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔④

لہٰذا دونوں طرح جائز ہے، لیکن زیادہ حدیثوں میں کندھوں تک رفع الیدین کرنے کا ثبوت ہے، یاد رہے کہ رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کے ساتھ کانوں کا پکڑنا یا چھونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ مردوں کا ہمیشہ کانوں تک اور عورتوں کا کندھوں تک رفع یدین کرنے کی تخصیص کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: نماز ہو، وضو یا غسل ہو یا کوئی عبادت نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱) و صحیح مسلم (۱۹۰۷) یاد رہے کہ زبان سے نماز یا وضو کی نیت ثابت نہیں ہے۔

① ابن ماجه: ۸۰۳ وسنده صحيح، وصححه الترمذي: ۳۰٤ وابن حبان، الاحسان: ۱۸٦۲ وابن خزيمة: ۵۸۷۔ اس کے راوی عبدالحمید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث ہیں، دیکھئے: نصب الراية (۱/ ۳٤٤) ان پر جرح مردود ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء ثقہ ہیں۔ (تقريب التهذيب: ٦١٨٧) محمد بن عمرو بن عطاء کا ابو حمید الساعدی اور صحابۂ کرام ﷡ کی مجلس میں شامل ہونا ثابت ہے، دیکھئے: صحيح البخاري (۸۲۸) لہٰذا یہ روایت متصل ہے۔ البحر الزخار (۲/ ۱٦۸ ح ۵۳٦) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے جس کے بارے میں ابن الملقن نے کہا: "صحيح على شرط مسلم" (البدر المنير ۳/ ٤۵٦)

② البخاري: ۷۵۷، مسلم: ٤۵/ ۳۹۷۔ ③ البخاري: ۷۳٦، مسلم: ۳۹۰۔

④ مسلم: ۲٦، ۲۵/ ۳۹۱۔

☆ حالتِ نماز میں نظر جھکالیں۔ دیکھئے: نصب الرايه (۱/ ٤۱٦) اور نور العينين (طبع جديد ص ۱۹۵، ۱۹٦)

3 آپ ﷺ (انگلیاں) پھیلا کر رفع یدین کرتے تھے۔①

4 آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھتے تھے۔②

لوگوں کو (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھیں۔③

ذراع: کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک ہوتا ہے۔ (القاموس الوحید ص ۵٦۸)

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی، کلائی اور ساعد پر رکھا۔④

ساعد: کہنی سے ہتھیلی تک کا حصہ (ہے)۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۷٦۹)

اگر ہاتھ پوری ذراع (ہتھیلی، کلائی اور ہتھیلی سے کہنی تک) پر رکھا جائے تو خود بخود ناف سے اوپر اور سینے پر آ جاتا ہے۔

5 رسول اللہ ﷺ تکبیر (تحریمہ) اور قراءت کے درمیان درج ذیل دعا (سراً یعنی بغیر جہر کے) پڑھتے تھے: «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ»⑤

---

① ابوداود: ۷۵۳ وسندہ صحیح، وصححه ابن خزيمة: ٤٥٩ وابن حبان، الاحسان: ۱۷۷٤ والحاكم: ۱/ ۲۳٤ ووافقه الذهبي۔

② احمد في مسنده ۵/ ۲۲٦ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن، وعنه ابن الجوزي في التحقيق: ۱/ ۲۸۳ ح ٤۷۷ دوسرا نسخہ: ۱/ ۳۳۸ ح ٤۳٤۔ ③ البخاري: ۷٤۰ وموطأ امام مالك: ۱/ ۱۵۹ ح ۳۷۷ ۔ ④ ابوداود: ۷۲۷ وسندہ صحیح، النسائي: ۸۹۰، وصححه ابن خزيمة: ٤۸۰ وابن حبان: ۱۸۵۷۔

تنبیہ: مردوں کا ناف سے نیچے اور صرف عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا (یہ تخصیص) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱۳ص ۱۹۔ ⑤ البخاري: ۷٤٤، مسلم: ۱٤۷ / ۵۹۸۔

درج بالا دعا کا ترجمہ: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دُوری بنا دے جیسا کہ مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے، اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح (پاک) صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے (پاک و) صاف ہوتا ہے، اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال (معاف کر دے۔)

درج ذیل دعا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ»①

ثابت شدہ دعاؤں میں سے جو دعا بھی پڑھ لی جائے، بہتر ہے۔

6 اس کے بعد آپ ﷺ درج ذیل دعا پڑھتے تھے:

«اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ»②

7 آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے۔③

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سراً یا جہراً پڑھنا دونوں طرح جائز ہے لیکن کثرتِ دلائل کی رو سے عام طور پر سراً پڑھنا بہتر ہے۔④

اس مسئلے میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔

---

① ابوداود: ٧٧٥ وسنده حسن، النسائی: ٩٠٠، ٩٠١، ابن ماجه: ٨٠٤، الترمذی: ٢٤٢، وأعل بما لا يقدح وصححه الحاكم: ١/ ٢٣٥ ووافقه الذهبی۔
ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے، اور تیری تعریف کے ساتھ، تیرا نام برکتوں والا ہے اور تیری شان بلند ہے تیرے سوا دوسرا کوئی الٰہ (معبود برحق) نہیں ہے۔ ② ابوداود: ٧٧٥ وسنده حسن۔
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی جائز ہے۔ دیکھئے: صحيح البخاری: ٦١١٥؛ صحيح مسلم: ٢٦١٠، دارالسلام: ٦٦٤٦، اور کتاب الام للامام الشافعی (١/ ١٠٧)

③ النسائی: ٩٠٦، وسنده صحيح، وصححه ابن خزيمة: ٤٩٩ وابن حبان: الاحسان: ١٧٩٤، و الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٢٣٢ ووافقه الذهبی۔
☆ تنبیہ: اس روایت کے راوی سعید بن ابی ہلال نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہے، خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے روایت صحيح بخاری: ١٣٦؛ صحيح مسلم (٤٢/ ١٩٧٧) میں موجود ہے۔

④ "جہراً" کے جواز کے لیے دیکھئے: النسائی: ٩٠٦، وسنده صحيح، "سراً" کے جواز کے لیے دیکھئے: صحيح ابن خزيمة: ٤٩٥ وسنده حسن، صحيح ابن حبان، الاحسان: ١٧٩٦، وسنده صحيح۔

8 پھر آپ ﷺ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔①

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾

سورۂ فاتحہ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور ہر آیت پر وقف کرتے تھے۔②

آپ ﷺ فرماتے تھے: «لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔'' (صحیح البخاری:۷۵۶)

اور فرماتے: «كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ»

''ہر نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے، ناقص ہے۔'' [ابن ماجہ:۸۴۱ وسندہ حسن]

9 پھر آپ ﷺ آمین کہتے تھے③، سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا، پھر جب آپ نے ولا الضالین (جہراً) کہی تو آمین (جہراً) کہی④ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں (امام اور مقتدیوں کو) آمین جہراً کہنی چاہیے۔☆

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے: (وخفض بها صوته)

اور آپ ﷺ نے اس (آمین) کے ساتھ اپنی آواز پست رکھی۔⑤

---

① النسائی: ۹۰٦، وسندہ صحیح دیکھئے حاشیہ سابقہ:۳ ☆ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ: سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، جو رحمٰن ورحیم ہے، یوم جزا کا مالک ہے۔ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب کیا گیا اور جو گمراہ ہیں۔ ② ابوداود: ٤٠٠١، الترمذی: ۲۹۲۷ وقال: "غریب" وصححه الحاکم علی شرط الشیخین (۲/ ۲۳۲) ووافقه الذهبی وسنده ضعیف وله شاهد قوی فی مسند احمد: ٦/ ۲۸۸ ح ۲۷۰۰۳ وسنده حسن والحدیث به حسن۔ ③ النسائی: ۹۰٦، وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ:۷ حاشیہ:۳
④ ابن حبان الاحسان: ۱۸۰۲، وسندہ صحیح ☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ "فجهر بآمین" پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔ ابوداود: ۹۳۳ وسندہ حسن ⑤ احمد: ٤/ ۳۱٦ ح ۱۹۰٤۸، ورجاله ثقات وهو معلول وأعله البخاری وغیره۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں آمین سراً کہنی چاہیے، سری نمازوں میں آمین سراً کہنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ والحمدللہ

⑩ پھر آپ ﷺ سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے۔①

⑪ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سورۂ فاتحہ پڑھو اور جو اللہ چاہے پڑھو۔''②

نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھتے تھے۔③

اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔④

آپ ﷺ قراءت کے بعد رکوع سے پہلے سکتہ کرتے تھے۔⑤

⑫ پھر آپ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر (اللہ اکبر) کہتے۔⑥

⑬ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔⑦

آپ (عندالرکوع وبعدہ) رفع یدین کرتے پھر (اس کے بعد) تکبیر کہتے۔⑧

---

① مسلم: ٥٣/ ٤٠٠ قال رسول اللهﷺ: (أنزلت علي آنفًا سورة، فقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم إنا أعطيناك الكوثر فصل لربك وانحر إن شانئك هو الأبتر) سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھی تو مہاجرین وانصار سخت ناراض ہوئے تھے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سورت سے پہلے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے، رواه الشافعي (الام: ١/ ١٠٨) وصححه الحاكم علىٰ شرط مسلم (٢/ ٢٣٣) ووافقه الذهبي۔ اس کی سند حسن ہے۔

② ابوداود: ٨٥٩، وسنده حسن۔ ③ البخاري: ٧٦٢ و مسلم: ٤٥١۔

④ البخاري: ٧٧٦، مسلم: ١٥٥/ ٤٥١۔ آخری دو رکعتوں میں کوئی سورت ملانا بھی جائز ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (٤٥٢) اور یہی کتاب ص ٢٢ فقرہ: ٢٨ حاشیہ: ٦۔

⑤ ابوداود: ٧٧٧، ٧٧٨، ابن ماجه: ٨٤٥ وهو حديث صحيح / حسن بصری مدلس ہیں (طبقات المدلسين بتحقيقي: ٢/٤٠) لیکن ان کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح ہوتی ہے اگرچہ تصریح سماع نہ بھی ہو کیونکہ وہ سمرہ رضی اللہ عنہ کی کتاب سے روایت کرتے تھے، نیز دیکھئے: نيل المقصود في التعليق علىٰ سنن أبي داود: ٣٥٤۔

تنبیہ: اگر سورۂ فاتحہ رہ گئی ہو تو اس سکتے میں پڑھ لیں۔ دیکھئے: نصر الباري في تحقيق جزء القراءة للبخاري (٢٧٤، ٢٧٥)

⑥ البخاري: ٧٨٩، مسلم: ٢٨/ ٣٩٢۔ ⑦ البخاري: ٧٣٨، مسلم: ٢٢/ ٣٩٠۔

⑧ مسلم: ٢٢/ ٣٩٠۔

اگر پہلے تکبیر اور بعد میں رفع یدین کرلیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے۔ ①

14 آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنے، مضبوطی سے پکڑتے پھر اپنی کمر جھکاتے (اور برابر کرتے) ② آپ ﷺ کا سر نہ تو (پیٹھ سے) اونچا ہوتا اور نہ نیچا (بلکہ برابر ہوتا تھا) ③

آپ ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے تھے، پھر اعتدال (سے رکوع) کرتے۔ نہ تو سر (بہت) جھکاتے اور نہ اسے (بہت) بلند کرتے ④ یعنی آپ ﷺ کا سر مبارک آپ کی پیٹھ کی سیدھ میں بالکل برابر ہوتا تھا۔

15 آپ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے گویا کہ آپ نے انہیں پکڑ رکھا ہے اور دونوں ہاتھ کمان کی ڈوری کی طرح تان کر اپنے پہلوؤں سے دور رکھے۔ ⑤

16 آپ ﷺ رکوع میں: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ» کہتے (رہتے) تھے۔ ⑥

آپ ﷺ اس کا حکم دیتے تھے کہ یہ (دعا) رکوع میں پڑھیں۔ ⑦

آپ ﷺ سے رکوع میں یہ دعائیں بھی ثابت ہیں:

---

① ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فقرہ: ا حاشیہ: ا۔ ② البخاری: ۸۲۸۔

③ مسلم: ۲۴۰/ ۴۹۸۔ ④ ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح۔

⑤ ابوداود: ۷۳٤، وسندہ حسن، وقال الترمذی: ۲٦۰: "حدیث حسن صحیح" وصححہ ابن خزیمۃ: ٦۸۹ وابن حبان، الاحسان: ۱۸٦۸۔ ☆تنبیہ: فلیح بن سلیمان صحیحین کے راوی ہیں اور حسن الحدیث ہیں، جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، لہٰذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے، فلیح مذکور پر جرح مردود ہے۔ والحمدللہ۔ ⑥ مسلم: ۷۷۲، ولفظہ: " ثم رکع فجعل یقول: سبحان ربي العظیم، فکان رکوعہ نحوًا من قیامہ" ⑦ ابوداود: ۸٦۹ وسندہ صحیح، ابن ماجہ: ۸۸۷ وصححہ ابن خزیمۃ: ٦۰۱، ٦۷۰ وابن حبان، الاحسان ۱۸۹۵ والحاکم: ۱/ ۲۲۵، ۲/ ٤۷۷) واختلف قول الذہبي فیہ، میمون بن مہران (تابعی) اور زہری (تابعی) فرماتے ہیں کہ رکوع و سجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں پڑھنی چاہئیں۔(ابن أبي شیبۃ في المصنف ۱/ ۲۵۰ ح ۲۵۷۱ وسندہ حسن)

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ»① یہ دعا آپ کثرت سے پڑھتے تھے۔

«سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ»②

«سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ»③

«اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ»④

ان دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے، ان دعاؤں کا ایک ہی رکوع یا سجدے میں جمع کرنا اور اکٹھا پڑھنا کسی صریح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

تاہم حالتِ تشہد «ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْ» (البخاری: ۸۳۵، واللفظ لہ، مسلم: ۴۰۲) کی عام دلیل سے ان دعاؤں کا جمع کرنا بھی جائز ہے۔☆ واللہ اعلم

⑰ ایک شخص نماز صحیح نہیں پڑھتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے فرمایا: ''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ پھر قرآن سے جو میسر ہو (سورۂ فاتحہ) پڑھ، پھر اطمینان سے رکوع کر، پھر اٹھ کر (اطمینان سے) برابر کھڑا ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر، پھر اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کر، پھر (دوسرے سجدے سے) اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ جا، پھر اپنی ساری نماز (کی ساری رکعتوں) میں اسی طرح کر۔⑤

---

① البخاري: ٧٩٤، ٨١٧، مسلم: ٤٨٤۔

② مسلم: ٤٨٧۔

③ مسلم: ٤٨٥۔

④ مسلم: ٧٧١۔

⑤ البخاري: ٦٢٥١۔

☆ نیز دیکھئے فقرہ: ۲۵۔

⑱ جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» کہتے تھے①«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» کہنا بھی صحیح اور ثابت ہے۔②

رکوع کے بعد درج ذیل دعائیں بھی ثابت ہیں:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ③۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ④ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ⑤ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ»⑥

⑲ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں، اس مسئلے میں صراحت سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے لہٰذا دونوں طرح عمل جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ قیام میں ہاتھ نہ باندھے جائیں۔⑦

⑳ پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (یا کہتے ہوئے) سجدے کے لیے جھکتے⑧

---

① البخاري: ۷۳۵، راجح یہی ہے کہ امام مقتدی اور منفرد سب "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پڑھیں۔ سنن الدارقطني: ۱/ ۳۳۹، ۳٤۰، ح: ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، وسنده حسن، محمد بن سیرین اس کے قائل تھے کہ مقتدی بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے۔ دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۲۵۳، ح: ۲٦۰۰ وسنده صحيح۔

② البخاري: ۷۸۹، بعض اوقات "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" جهراً کہنا بھی جائز ہے، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت ہے کہ "سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" یعنی میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اونچی آواز کے ساتھ "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۲٤۸، ح: ۲۵۵٦ وسنده صحيح)

③ البخاري: ۷۹٦۔ ④ مسلم: ٤۷٦۔ ⑤ مسلم: ۲۰٦/ ٤۷۸۔ ⑥ البخاري: ۷۹۹۔

⑦ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں یا چھوڑ دینے چاہئیں تو انہوں نے فرمایا: "أرجو أن لا يضيق ذلك إن شاء الله" مجھے امید ہے کہ ان شاءاللہ اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ (مسائل احمد، رواية صالح بن احمد بن حنبل: ٦۱۵)

⑧ البخاري: ۸۰۳، مسلم: ۲۸/ ۳۹۲۔

21 آپ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ» ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے (بلکہ) اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے (زمین پر) رکھے۔'' آپ ﷺ کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔①

22 آپ ﷺ سجدے میں ناک اور پیشانی، زمین پر (خوب) جما کر رکھتے، اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (بغلوں) سے دور کرتے اور دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے برابر (زمین) پر رکھتے۔② سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ نے جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔''③

23 سجدے میں آپ ﷺ اپنے دونوں بازوؤں کو اپنی بغلوں سے ہٹا کر رکھتے تھے۔④
آپ ﷺ سجدے میں اپنے ہاتھ (زمین پر) رکھتے، نہ تو انہیں بچھاتے اور نہ (بہت) سمیٹتے، اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے۔⑤
آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔⑥

---

① ابوداود: ٨٤٠ وسنده صحيح علىٰ شرط مسلم، النسائي: ١٠٩٢، وسنده حسن/ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ (زمین پر) رکھتے تھے (البخاري قبل حديث: ٨٠٣) اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے (صحيح ابن خزيمة: ٦٢٧ وسنده حسن، وصححه الحاكم علىٰ شرط مسلم: ١/ ٢٢٦ ووافقه الذهبي) جس روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھتے تھے (ابوداود: ٨٣٨ وغیرہ) شریک بن عبداللہ القاضی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے تمام شواہد بھی ضعیف ہیں، ابوقلابہ (تابعی) سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے لگاتے تھے اور حسن بصری (تابعی) پہلے ہاتھ لگاتے تھے (ابن أبي شيبه: ١/ ٢٦٣، ح: ٢٧٠٨ وسنده صحيح) محمد بن سیرین (تابعی) بھی پہلے گھٹنے لگاتے تھے (ابن أبي شيبة: ١/ ٢٦٣، ح: ٢٧٠٩ وسنده صحيح) دلائل کی رو سے راجح اور بہتر یہی ہے کہ پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے لگائے جائیں۔ ② ابوداود: ٧٣٤، وسنده حسن، نیز دیکھئے: فقره: ١٥ حاشيه: ٥۔ ③ ابوداود: ٧٢٦ وسنده صحيح، النسائي: ٨٩٠ وصححه ابن خزيمة: ٦٤١؛ ابن حبان، الاحسان: ١٨٥٧، نیز دیکھئے: فقره: ٤ حاشيه: ٤۔
④ ابوداود: ٧٣٠ وسنده صحيح دیکھئے: فقره: ١٤ حاشيه: ٤۔ ⑤ البخاري: ٨٢٨۔
⑥ البخاري: ٣٩٠، مسلم: ٤٩٥۔

آپ ﷺ فرماتے تھے: ''سجدے میں اعتدال کرو، کتے کی طرح بازو نہ بچھاؤ۔''①

آپ ﷺ فرماتے تھے: ''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے پنجے۔''②

آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو سات اطراف (اعضاء) اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں، چہرہ، ہتھیلیاں، دو گھٹنے اور دو پاؤں۔''③ معلوم ہوا کہ سجدے میں ناک، پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کا زمین پر لگانا ضروری (فرض) ہے۔ ایک روایت میں ہے: «لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَضَعْ أَنْفَهُ عَلَى الْأَرْضِ» ''جو شخص (نماز میں) اپنی ناک، زمین پر نہ رکھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''④

㉔ آپ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے بازوؤں کے درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔⑤

㉕ سجدے میں بندہ اپنے رب کے انتہائی قریب ہوتا ہے، لہٰذا سجدے میں خوب دعا کرنی چاہیے⑥ سجدے میں درج ذیل دعائیں پڑھنا ثابت ہے:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى⑦ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ⑧ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ» ⑨

«سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ»⑩

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ، دِقَّهُ وَجِلَّهُ، وَاَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ»⑪

---

① البخاری: ۸۲۲، مسلم: ۴۹۳، اس حکم میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ لہٰذا عورتوں کو بھی چاہیے کہ سجدے میں اپنے بازو نہ پھیلائیں۔ ② البخاری: ۸۱۲۔ مسلم: ۴۹۰۔

③ مسلم: ۴۹۱۔ ④ الدارقطنی فی سننہ: ۱/ ۳۴۸، ح: ۱۳۰۳ مرفوعًا وسندہ حسن۔

⑤ مسلم: ۴۹۶، یعنی آپ ﷺ اپنے سینے اور پیٹ کو زمین سے بلند رکھتے تھے، عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے: «صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ» ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

⑥ مسلم: ۴۸۲۔ ⑦ مسلم: ۷۷۲۔ ⑧ البخاری: ۷۹۴، ۸۱۷، مسلم: ۴۸۴۔

⑨ مسلم: ۴۸۷۔ ⑩ مسلم: ۴۸۵۔ ⑪ مسلم: ۴۸۳۔

«اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ، تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ» ①

26 آپ ﷺ سجدے کو جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔②

27 آپ ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں کی ایڑیاں ملا دیتے تھے اور ان کا رخ قبلے کی طرف ہوتا تھا۔③

سجدے میں آپ اپنے دونوں قدم کھڑے رکھتے تھے۔④

28 آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر سجدے سے اٹھتے۔⑤ آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے۔⑥

آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے (البخاری: ۷۳۸، مسلم: ۳۹۰/۲۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز میں (نبی ﷺ کی) سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا دیا جائے۔⑦

29 آپ ﷺ سجدے سے اٹھ کر (جلسے میں) تھوڑی دیر بیٹھے رہتے۔⑧

حتیٰ کہ بعض کہنے والا کہہ دیتا: ''آپ بھول گئے ہیں۔''⑨

30 آپ جلسے میں یہ دعا پڑھتے تھے: «رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ»⑩

---

① مسلم: ۷۷۱۔ (جو دعا باسند صحیح ثابت ہو جائے سجدے میں اس کا پڑھنا افضل ہے، رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنا منع ہے دیکھئے: صحیح مسلم: ۴۷۹، ۴۸۰۔

② البخاري: ۷۳۸ ③ البيهقي: ۲/۱۱٦ وسنده صحيح وصححه ابن خزيمة: ٦٥٤ وابن حبان، الاحسان: ۱۹۳۰، والحاكم (۱/۲۲۸، ۲۲۹) علىٰ شرط الشيخين ووافقه الذهبي ④ مسلم: ٤٨٦، مع شرح النووي۔ ⑤ البخاري: ۷۸۹؛ مسلم: ۳۹۲۔ ⑥ ابوداود: ۷۳۰ وسنده صحيح۔ ⑦ البخاري: ۸۲۷۔

⑧ البخاري: ۸۱۸۔ ⑨ البخاري: ۸۲۱؛ مسلم: ٤٧٢۔

⑩ ابوداود: ۸۷٤ وهو حديث صحيح، النسائي: ۱۰۷۰، ۱۱٤٦، اس روایت میں رجل من بنی عبس سے مراد: صلہ بن زفر ہے۔ دیکھئے: مسند الطيالسي: ٤١٦، ابوحمزہ مولی الانصار=

31 پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرتے۔ ①

آپ ﷺ سجدے میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ②

آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ③

سجدے میں آپ ﷺ «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» پڑھتے تھے۔ ④

دیگر دعاؤں کے لیے دیکھئے فقرہ: ۲۵۔

32 پھر آپ ﷺ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر (دوسرے) سجدے سے سر اٹھاتے ⑤ سجدے سے اٹھتے وقت آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ⑥

33 آپ ﷺ جب طاق (پہلی یا تیسری) رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے تھے۔ ⑦ دوسرے سجدے سے آپ ﷺ جب اٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر

= سے مراد: طلحہ بن یزید ہے دیکھئے: تحفة الاشراف (۳/ ۵۸ ح ۳۳۹۵) و تقریب التهذیب (تحت رقم: ۸۰۶۳) جلسہ میں تشہد کی طرح اشارہ، جس روایت میں آیا ہے (مسند احمد: ۴/ ۳۱۷ ح ۱۹۰۶۳) اس کی سند سفیان (الثوری) کی تدلیس (عنعنہ) کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري و الأعمش وأبي إسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقنين . . . ." مدلسین جو ثقہ وعادل ہیں ہم ان کی صرف انھی روایات سے حجت پکڑتے ہیں جن میں انہوں نے سماع کی تصریح کی ہے مثلاً (سفیان) ثوری، اعمش، ابواسحاق اور ان جیسے دوسرے صاحب تقویٰ (صاحبِ اتقان) ائمہ (صحیح ابن حبان، الاحسان مع تحقیق شعیب الأرنا ووط ج۱ ص ۱۶۱) سفیان الثوری کو حاکم نیشاپوری نے (مدلسین کی) تیسری قسم (طبقۂ ثالثہ) میں ذکر کیا ہے (دیکھئے معرفة علوم الحدیث ص ۱۰۶)۔ مکحول تابعی رحمہ اللہ دو سجدوں کے درمیان "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ" پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ۲/ ۵۳۴ ح۸۸۳۸، دوسرا نسخہ ۳/ ۶۳۴ ح ۸۹۲۲ واللفظ له وسنده صحيح)

نبی ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ» کی دعا سکھائی۔ (صحيح مسلم: ۳۵/ ۲۶۹۷ و ترقيم دار السلام: ۶۸۵۰)

① البخاري: ۷۸۹؛ مسلم: ۲۸/ ۳۹۲۔ ② البخاري: ۷۳۸۔ ③ مسلم: ۲۱/ ۳۹۰، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

④ مسلم: ۷۷۲۔ ⑤ البخاري: ۷۸۹؛ مسلم: ۲۸/ ۳۹۲۔

⑥ البخاري: ۷۳۸؛ مسلم: ۲۲/ ۳۹۰۔ ⑦ البخاري: ۸۲۳۔

بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی ۔①

34 ایک رکعت مکمل ہوگئی، اب اگر آپ ایک وتر پڑھ رہے ہیں تو پھر تشہد، درود اور دعائیں (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) پڑھ کر سلام پھیر لیں ۔②

35 پھر آپ ﷺ زمین پر (دونوں ہاتھ رکھ کر) اعتماد کرتے ہوئے (دوسری رکعت کے لیے) اٹھ کھڑے ہوتے ۔③

36 آپ ﷺ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قراءت شروع کرتے وقت سکتہ نہ کرتے تھے ۔④

سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ذکر گزر چکا ہے ۔⑤

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾⑥ کی رو سے بسم اللہ سے پہلے ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ پڑھنا بھی جائز بلکہ بہتر ہے۔

رکعتِ اولیٰ میں جو تفاصیل گزر چکی ہیں ⑦ حدیث: ''پھر ساری نماز میں اسی طرح کر'' ⑧ کی رو سے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھنی چاہیے۔

---

① ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، آپ ﷺ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کا حکم دیتے تھے (صحیح البخاری: ٦٢٥١) نیز دیکھئے: فقرہ ۱۷ ، اس سنتِ صحیحہ کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ ② دیکھئے تشہد- فقرہ: ٤١ ، درود- فقرہ: ٤٢ دعائیں- فقرہ: ٤٩ ، ٥٠ ، سلام- فقرہ: ٥٠ ، ٥١ ایک رکعت پر اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا بھی جائز ہے اور نہ کرنا بھی، مگر بہتر یہی ہے کہ تورک کیا جائے ایک روایت میں ہے کہ "حتّٰی إذا کانت السجدۃ التي فیھا التسلیم أخر رجلہ الیسرٰی وقعد متورکاً علٰی شقہ الأیسر" ابو داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح۔

③ البخاری: ٨٢٤ و ابن خزیمہ/ فی صحیحہ: ٦٨٧ ، ازرق بن قیس (ثقہ / التقریب: ٣٠٢) سے روایت ہے کہ میں نے (عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں پر اعتماد کر کے کھڑے ہوئے۔(مصنف ابن أبي شیبۃ: ١/ ٣٩٥، ح: ٣٩٩٦ وسندہ صحیح) ④ مسلم: ٥٩٩ ، ابن خزیمۃ: ١٦٠٣ ، ابن حبان: ١٩٣٣۔

⑤ دیکھئے: فقرہ: ۷ وحاشیۃ: ٣۔ ⑥ النحل: ٩٨۔ ⑦ فقرہ: ١ سے لے کر فقرہ: ٣٣ تک۔

⑧ البخاری: ٦٢٥١ ، نیز دیکھئے: فقرہ: ١٧۔

37 دوسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد (تشہد کے لیے) بیٹھ جانے کے بعد آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔ ①
آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ترپن کا عدد (حلقہ) بناتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے ② یعنی اشارہ کرتے ہوئے دعا کرتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملاتے (حلقہ بناتے) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ③

لہٰذا دونوں طرح عمل جائز ہے۔

38 آپ ﷺ اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھتے تھے۔ ④
آپ ﷺ اپنی دونوں ذراعیں ⑤ اپنی رانوں پر رکھتے تھے۔ ⑥

39 آپ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ⑦
آپ ﷺ انگلی اٹھا دیتے، اس کے ساتھ تشہد میں دعا کرتے تھے۔ ⑧
آپ ﷺ شہادت والی انگلی کو تھوڑا سا جھکا دیتے تھے۔ ⑨
آپ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی کو حرکت دیتے (ہلاتے) رہتے تھے۔ ⑩

---

① مسلم: ۵۷۹/۱۱۲۔ ② مسلم: ۱۱۵/ ۵۸۰۔ ③ مسلم: ۵۷۹/۱۱۳۔
④ ابوداود: ۷۲٦، ۹۵۷ وسنده صحیح، النسائی: ۱۲٦٦، ابن خزیمة: ۷۱۳، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷۔ ⑤ ذراع کے مفہوم کے لیے دیکھئے: فقرہ: ٤۔
⑥ النسائی: ۱۲٦۵ وھو حدیث صحیح بالشواھد۔ ⑦ مسلم: ۱۱۵/ ۵۸۰۔
⑧ ابن ماجه: ۹۱۲، وسنده صحیح، ابن حبان، الاحسان: ۱۹٤۲۔
⑨ ابوداود: ۹۹۱ وسنده حسن، ابن خزیمة: ۷۱٦، ابن حبان الاحسان: ۱۹٤۳
⑩ النسائی: ۱۲٦۹ وسنده صحیح، ابن خزیمة: ۷۱٤، ابن الجارود فی المنتقی: ۲۰۸، ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ ☆ تنبیہ: بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ "یُحَرِّکُھَا" کا لفظ شاذ ہے کیونکہ اسے زائدہ بن قدامہ کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ: زائدہ بن قدامہ: ثقة ثبت، صاحب سنة ہیں (التقریب: ۱۹۸۲) لہٰذا ان کی زیادت مقبول ہے اور دوسرے راویوں کا یہ لفظ ذکر نہ کرنا شذوذ کی دلیل نہیں کیونکہ عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

40 آپ ﷺ اپنی شہادت کی انگلی کو قبلہ رخ کرتے اور اسی کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔①
آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد والے (پہلے) تشہد، اور چار رکعتوں کے بعد والے (آخری) تشہد، دونوں تشہدوں میں یہ اشارہ کرتے تھے۔②

41 آپ ﷺ تشہد میں درج ذیل دعا (التحیات) سکھاتے تھے:
«اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ③ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ» ④

42 پھر آپ ﷺ درود پڑھنے کا حکم دیتے تھے:
«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

= یاد رہے کہ "ولا یحرکھا" والی روایت (ابو داود: ۹۸۹، النسائی: ۱۲۷۱) محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے میری کتاب: "أنوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة" ص: ۲۸ محمد بن عجلان مدلس ہیں: (طبقات المدلسین: ۳/۹۸، بتحقیقی / الفتح المبین، ص: ۶۰، ۶۱) ① النسائی: ۱۱۶۱، وسندہ صحیح، ابن خزیمة: ۷۱۹، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴۳ ☆ تنبیہ: یہ روایت اس متن کے بغیر صحیح مسلم: ۱۱۶/ ۵۸۰ میں مختصراً موجود ہے۔ ② النسائی: ۱۱۶۲، وسندہ حسن ☆ تنبیہ: لا الٰہ پر انگلی اٹھانا اور الا اللہ پر رکھ دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے آخر تک، حلقہ بنا کر شہادت والی انگلی اٹھائی جائے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو (تشہد میں) دو انگلیوں سے اشارہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أَحِّدْ أَحِّدْ": صرف ایک انگلی سے اشارہ کرو (الترمذی: ۳۵۵۷ وقال: حسن، النسائی: ۱۲۷۳) اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شروع تشہد سے لے کر آخر تک شہادت والی انگلی اٹھائی رکھنی چاہیے۔
③ یہاں علیك سے مراد حاضر نہیں بلکہ غائب ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو ہم: " اَلسَّلَامُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ " پڑھتے تھے (البخاری: ۶۲۶۵) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا "علیك" کی جگہ " علی " پڑھنا اس کی زبردست دلیل ہے کہ "علیك" سے مراد یہاں قطعاً حاضر نہیں ہے، یاد رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی روایتوں کو بعد والے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ ④ البخاری: ۱۲۰۲۔
☆ تنبیہ: اس مشہور "التحیات" کے علاوہ دوسرے جتنے صیغے صحیح و حسن احادیث سے یہاں پڑھنے ثابت ہیں (اس کے بدلے میں) اُن کا پڑھنا جائز اور موجبِ ثواب ہے۔

وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ»①

43 دو رکعتیں مکمل ہو گئیں، اب اگر دو رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ الفجر) ہے۔ تو دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں اور اگر تین یا چار رکعتوں والی نماز ہے تو تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جائیں۔②

44 پھر جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو (اٹھتے وقت) تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ③ اور رفع یدین کرتے۔④

45 تیسری رکعت بھی دوسری رکعت کی طرح پڑھنی چاہیے، اِلا یہ کہ تیسری اور چوتھی (آخری دونوں) رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے اس کے ساتھ کوئی سورت وغیرہ نہیں ملانی چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔⑤

46 اگر تین رکعتوں والی نماز (مثلاً صلوٰۃ المغرب) ہے تو تیسری رکعت مکمل کرنے کے

---

① البخاری: ٣٣٧٠، البیهقی فی السنن الکبریٰ ٢/ ١٤٨، ح: ٢٨٥٦۔ ② پہلے تشہد میں درود پڑھنا انتہائی بہتر اور موجب ثواب ہے، عام دلائل میں "قولوا" کے ساتھ اس کا حکم آیا ہے کہ درود پڑھو، اس حکم میں آخری تشہد یا پہلے تشہد کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ نیز دیکھئے: سنن النسائی: (ج:٤، ص:٢٤١، ح: ١٧٢١) والسنن الکبریٰ (٢/ ٤٩٩، ٥٠٠وسنده صحیح) تاہم اگر کوئی شخص پہلے تشہد میں درود نہ پڑھے اور صرف التحیات پڑھ کر ہی کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے التحیات (عبده ورسوله تک) سکھا کر فرمایا: ''پھر اگر نماز کے درمیان (اول تشہد) میں ہو تو (اٹھ کر) کھڑا ہو جائے'' (مسند احمد: ١/ ٤٥٩، ح: ٤٣٨٢، وسنده حسن) اگر دوسری رکعت پر سلام پھیرا جا رہا ہے تو تورک کرنا بہتر ہے اور نہ کرنا بھی جائز ہے دیکھئے: فقرہ: ٣٤، حاشیہ:٩۔ ③ البخاری: ٧٨٩، ٨٠٣، مسلم: ٢٨/ ٣٩٢۔ ④ البخاری: ٧٣٩۔ ☆ تنبیہ: یہ روایت بالکل صحیح ہے، اس پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے، سنن أبي داود: ٧٣٠ وسنده صحیح، وغیرہ میں اس کے صحیح شواہد بھی ہیں۔ والحمد للہ/ نیز دیکھئے: فقرہ:٢، ص: ٩۔ ⑤ اور اگر آخری دونوں رکعتوں میں سے ہر رکعت میں کوئی سورت پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ دیکھئے حاشیة:٦، اور دیکھئے: فقرہ: ١١، حاشیة: ٥۔

بعد [دوسری رکعت کی طرح تشہد اور درود پڑھ لیا جائے اور دعا (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے) پڑھ کر دونوں طرف] سلام پھیر دیا جائے۔①

تیسری رکعت میں اگر سلام پھیرا جائے تو تورک کرنا چاہیے۔②

47 اگر چار رکعتوں والی نماز ہے تو پھر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے۔③

48 چوتھی رکعت بھی تیسری رکعت کی طرح پڑھے۔④ آپ ﷺ چوتھی رکعت میں تورک کرتے تھے۔⑤ تورک کا مطلب یہ ہے کہ "نمازی کا دائیں کولہے کو دائیں پیر پر اس طرح رکھنا کہ وہ کھڑا ہو، اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو، نیز بائیں کولہے کو زمین پر ٹیکنا اور بائیں پیر کو پھیلا کر دائیں طرف نکالنا۔"⑥

نماز کی آخری رکعت کے تشہد میں تورک کرنا چاہیے۔⑦

چوتھی رکعت مکمل کرنے کے بعد التحیات اور درود پڑھے۔⑧

49 پھر اس کے بعد جو دعا پسند ہو (عربی زبان میں) پڑھ لے⑨ چند دعائیں درج ذیل ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ پڑھتے یا پڑھنے کا حکم دیتے تھے:

○ «اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ» ⑩

---

① دیکھیے: البخاري: ۱۰۹۲۔ ② دیکھیے: فقرہ: ۴۸۔ ③ دیکھیے فقرہ: ۳۳۔

④ یعنی صرف سورۂ فاتحہ ہی پڑھے، تاہم تیسری اور چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم (۴۵۲) کی حدیث سے ثابت ہے۔ ⑤ صحیح البخاري: ۸۲۸۔

⑥ القاموس الوحید ص ۱۸۴۱ نیز دیکھیے فقرہ: ۴۹۔

⑦ دیکھیے: سنن أبي داود: ۷۳۰، وسنده صحيح۔ ⑧ دیکھیے: فقرہ: ۴۱، وفقرہ: ۴۲۔

⑨ البخاري: ۸۳۵، مسلم: ۴۰۲، اس پر امیر المومنین فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے: "باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد وليس بواجب" یعنی: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کر لی جائے اس کا باب اور یہ (دعا) واجب نہیں ہے۔

⑩ البخاري: ۱۳۷۷؛ مسلم: ۱۳۱/ ۵۸۸، رسول اللہ ﷺ اس دعا کا حکم دیتے تھے: (مسلم: ۱۳۰ / ۵۸۸) لہٰذا یہ دعا تشہد میں ساری دعاؤں سے بہتر ہے، طاؤس (تابعی) سے مروی ہے کہ وہ اس دعا کے بغیر نماز کے اعادے کا حکم دیتے تھے: (مسلم: ۱۳۴/ ۵۹۰)

○ «اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ»①

○ «اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ» ②

○ «اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ، فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ» ③

○ «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ» ④

(50) ان کے علاوہ جو دعائیں ثابت ہیں ان کا پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے، مثلاً آپ ﷺ یہ دعا بکثرت پڑھتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ»⑤

دعا کے بعد آپ ﷺ دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دیتے تھے۔⑥

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ»⑦

---

① البخاری: ۸۳۲؛ مسلم: ۵۸۹۔ ② مسلم: ۵۹۰۔
③ البخاری: ۸۳٤؛ مسلم: ۲۷۰۵۔ ④ مسلم: ۷۷۱۔
⑤ البخاری: ٤۵۲۲۔ ⑥ مسلم: ۵۸۱، ۵۸۲۔
⑦ ابوداود: ۹۹٦، وهو حديث صحيح، الترمذی: ۲۹۵ وقال: "حسن صحيح" النسائی: ۱۳۲۰، ابن ماجه: ۹۱٤، ابن حبان، الاحسان: ۱۹۸۷۔
☆ تنبیہ: ابواسحاق الہمدانی نے "حدثني علقمة بن قيس والأسود بن يزيد وأبو الأحوص" کہہ کر سماع کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے: السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۲/ ۱۷۷، ح: ۲۹۷٤، ==

51 اگر امام نماز پڑھا رہا ہو تو جب وہ سلام پھیر دے تو پھر سلام پھیرنا چاہیے، عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ" ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔ ①

=لہٰذا اس روایت پر جرح صحیح نہیں ہے، ابو اسحاق سے یہ روایت سفیان الثوری وغیرہ نے بیان کی ہے والحمد للہ۔ اگر دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں تو بھی جائز ہے، دیکھئے: سنن أبي داود: ۹۹۷، وسندہ صحیح۔

① البخاري: ۸۳۸، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیرلے تو (پھر) مقتدی سلام پھیریں (البخاري قبل حدیث: ۸۳۸ تعلیقًا) لہٰذا بہتر یہی ہے کہ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرے، اگر امام کے ساتھ ساتھ، پیچھے پیچھے بھی سلام پھیر لیا جائے تو جائز ہے دیکھئے: فتح الباري: (۲/ ۳۲۳ باب ۱۵۳، یسلم حین یسلم الإمام)

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِیْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَ تَوَلَّنِیْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ (وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔

(سنن أبي داود: ۱/ ۲۰۸، ۲۰۹، ح: ۱٤۲۵، اسے ترمذی: (۱/ ۱۰٦، ح: ٤٦٤) نے حسن، ابن خزیمۃ (۲/ ۱۵۱-۱۵۲، ح: ۱۰۹۵، ۱۰۹٦) اور نووی نے صحیح کہا ہے)

نماز کے بعد اذکار

❶ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ" میں نبی ﷺ کی نماز کا اختتام تکبیر (اللہ اکبر) سے پہچان لیتا تھا۔①

ایک روایت میں ہے کہ "مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ" ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ختم ہونا معلوم نہیں ہوتا تھا مگر تکبیر (اللہ اکبر سننے) کے ساتھ۔②

❷ آپ ﷺ نماز (پوری کر کے) ختم کرنے کے بعد تین دفعہ استغفار کرتے (استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ) اور فرماتے:

«اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ» ③

❸ آپ ﷺ درج ذیل دعائیں بھی پڑھتے تھے:

«لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ» ④

---

① البخاری: ٨٤٢، مسلم: ١٢٠/ ٥٨٣، ولفظه: "كنا نعرف انقضاء صلٰوة رسول الله ﷺ بالتكبير" امام ابوداود نے اس حدیث پر "باب التكبير بعد الصلٰوة" کا باب باندھا ہے (قبل ح: ١٠٠٢) لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ (فرض) نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کو اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہیے، یہی حکم منفرد کے لیے بھی ہے "أن رفع الصوت بالذكر" میں الذکر سے مراد "التكبير" ہی ہے، جیسا کہ حدیثِ بخاری وغیرہ سے ثابت ہے، اصول میں یہ مسلّم ہے کہ "الحديث يفسر بعضه بعضاً" یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔

② مسلم: ١٢١/ ٥٨٣۔ ③ مسلم: ٥٩١۔ ④ البخاری: ٨٤٤، مسلم: ٥٩٣۔

«اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» ①

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس [۳۳] دفعہ تسبیح (سبحان اللہ) تینتیس [۳۳] دفعہ تحمید (الحمد للہ) اور تینتیس [۳۳] دفعہ تکبیر (اللہ اکبر) پڑھے اور آخری دفعہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“ پڑھے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگرچہ وہ (گناہ) سمندر کے جھاگ کے برابر (بہت زیادہ) ہوں۔ ② تینتیس [۳۳] دفعہ سبحان اللہ، تینتیس [۳۳] دفعہ الحمد للہ، اور چونتیس [۳۴] دفعہ اللہ اکبر کہنا بھی صحیح ہے۔“ ③

آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات (وہ سورتیں جو قل اعوذ سے شروع ہوتی ہیں) پڑھیں۔ ④

ان کے علاوہ جو دعائیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان کا پڑھنا افضل ہے، چونکہ نماز اب مکمل ہو چکی ہے لہٰذا اپنی زبان میں بھی دعا مانگی جا سکتی ہے۔ ⑤

❹ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ، لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا اَنْ يَّمُوْتَ» ⑥ ”جس نے ہر فرض نماز کے آخر میں (سلام کے بعد) آیت الکرسی پڑھی، وہ شخص مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔“

---

① ابوداود: ۱۵۲۲ وسندہ صحیح، النسائی: ۱۳۰۴ وصححہ ابن خزیمۃ: ۷۵۱؛ ابن حبان، الاحسان: ۲۰۱۷، ۲۰۱۸؛ الحاکم علٰی شرط الشیخین: ۱/ ۲۷۳ ووافقہ الذھبی۔ ② مسلم: ۵۹۷۔ ③ دیکھئے: مسلم: ۵۹۶۔ ④ ابوداود: ۱۵۲۳ وسندہ حسن، النسائی: ۱۳۳۷ ولہ طریق آخر عند الترمذی: ۲۹۰۳ وقال: ”غریب“ وطریق ابی داود صححہ ابن خزیمۃ: ۷۵۵؛ ابن حبان، الاحسان: ۲۰۰۱؛ الحاکم (۱/ ۲۵۳) علٰی شرط مسلم ووافقہ الذھبی۔ ⑤ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم دعا کرتے تھے اور آخر میں اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ (البخاری فی الادب المفرد: ۶۰۹ وسندہ حسن) اس روایت (اثر) کے راویوں محمد بن فلیح اور فلیح بن سلیمان دونوں پر جرح مردود ہے، ان کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی، نیز دیکھئے فقرہ: ۱۵، حاشیۃ: ۵۔ ⑥ النسائی فی الکبریٰ: ۹۹۲۸ (عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۰ وسندہ حسن، وکتاب الصلوٰۃ لابن حبان (اتحاف المھرۃ لابن حجر: ۶/ ۲۵۹، ح: ۶۴۸۰)

نماز جنازہ پڑھنے کا صحیح اور مدلل طریقہ

❶ وضو کریں۔①

❷ شرائط نماز پوری کریں۔②

❸ قبلہ رُخ کھڑے ہو جائیں۔③

❹ تکبیر (اللہ اکبر) کہیں۔④

❺ تکبیر کے ساتھ رفع یدین کریں۔⑤

❻ اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں۔⑥

❼ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھیں۔⑦

❽ «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ» پڑھیں۔⑧

❾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیں۔⑨

---

① حدیث (لا تقبل صلوة بغير طهور) وضو کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی / رواہ مسلم فی صحیحہ: (٥٣٥)١/ ٢٢٤ [نیز دیکھئے: صحیح بخاری: ٦٢٥١]

② دیکھئے حدیث (وصلوا کمارأیتموني أصلي) اور نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ رواہ البخاری فی صحیحہ: ٦٣١۔

③ موسوعة الإجماع فی الفقه الإ سلامي (ج:٢، ص:٧٠٤) ودیکھئے: صحیح البخاری: ٦٢٥١۔ ④ عبدالرزاق فی المصنف (٣/ ٤٨٩، ٤٩٠، ح:٦٤٢٨) وسندہ صحیح، وصححه ابن الجارود بروایته فی المنتقٰی: ٥٤٠، زبان کے ساتھ نماز جنازہ کی نیت ثابت نہیں ہے۔ ⑤ عن نافع قال "کا ن (ابن عمر) یرفع ید یه في کل تکبیرة علی الجنازة" (ابن أبي شیبة فی المصنف: ٣/ ٢٩٦، ح:١١٣٨٠، وسندہ صحیح)

⑥ البخاری: ٧٤٠، والامام مالك فی الموطأ: ١/ ١٥٩، ح:٣٧٧۔

⑦ احمد فی مسندہ: ٥/ ٢٢٦، ح: ٢٢٣١٣، وسندہ حسن، وعنه ابن الجوزی فی التحقیق: ١/ ٢٨٣، ح:٤٧٧۔ تنبیہ: یہ حدیث مطلق نماز کے بارے میں ہے جس میں جنازہ بھی شامل ہے کیونکہ جنازہ بھی نماز ہی ہے۔ ⑧ سنن أبي داود: ٧٧٥ وسندہ حسن۔

⑨ النسائی: ٩٠٦ وسندہ صحیح وصححه ابن خزیمة: ٤٩٩؛ ابن حبان الاحسان: ١٧٩٧؛ الحاکم علی شرط الشیخین ١/ ٢٣٢، ووافقه الذهبی واخطأ من ضعفه۔

⑩ سورۂ فاتحہ پڑھیں۔①
⑪ آمین کہیں۔②
⑫ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔③
⑬ کوئی ایک سورت پڑھیں۔④
⑭ پھر تکبیر کہیں اور رفع یدین کریں۔⑤
⑮ نبی ﷺ پر درود پڑھیں۔⑥ مثلاً:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ». ⑦

⑯ تکبیر کہیں ⑧ اور رفع یدین کریں۔⑨
⑰ میت کے لیے خالص طور پر دعا کریں۔⑩

---

① البخاری: ١٣٣٥، وعبد الرزاق فی المصنف ٣/ ٤٨٩، ٤٩٠، ح: ٦٤٢٨؛ ابن الجارود: ٥٤٠۔ ☆ چونکہ سورۂ فاتحہ قرآن ہے، لہٰذا اسے قرآن (قراءت) سمجھ کر ہی پڑھنا چاہیے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ قراءت (قرآن) سمجھ کر نہ پڑھی جائے بلکہ صرف دعا سمجھ کر پڑھی جائے ان کا قول باطل ہے۔

② النسائی: ٩٠٦ وسنده صحیح؛ ابن حبان الاحسان: ١٨٠٥، وسنده صحیح۔

③ مسلم فی صحیحه: ٥٣/ ٤٠٠، وهو صحیح والشافعی فی الام: ١/ ١٠٨؛ صححه الحاکم علٰی شرط مسلم: ٢/ ٢٣٣، ووافقه الذهبی وسنده حسن۔

④ النسائی: ٤/ ٧٤، ٧٥، ح: ١٩٨٩، وسنده صحیح۔

⑤ البخاری: ١٣٣٤؛ مسلم: ٩٥٢؛ ابن أبي شیبة: ٣/ ٢٩٦، ح: ١١٣٨٠، وسنده صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مکحول، زہری، قیس بن ابی حازم، نافع بن جبیر اور حسن بصری وغیرہم سے جنازے میں رفع یدین کرنا ثابت ہے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ٣ (ص ٢٠) اور یہی راجح اور جمہور کا مسلک ہے۔ نیز دیکھئے جنازہ کے مسائل فقرہ: ٣ تنبیہ: نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے۔
دیکھئے: کتاب العلل للدارقطنی (١٣/ ٢٢ ح ٢٩٠٨ وسنده حسن)

⑥ عبد الرزاق فی المصنف: ٣/ ٤٨٩، ٤٩٠، ح: ٦٤٢٨ وسنده صحیح۔

⑦ البخاری فی صحیحه: ٣٣٧٠؛ البیهقی فی السنن الکبرٰی: ٢/ ١٤٨، ح: ٢٨٥٦۔

⑧ البخاری: ١٣٣٤؛ مسلم: ٩٥٢۔ ⑨ ابن أبي شیبة ٣/ ٢٩٦، ح: ١١٣٨٠، وسنده صحیح۔ ⑩ عبدالرزاق فی المصنف: ٦٤٢٨ وسنده صحیح وابن حبان فی صحیحه، الموارد: ٧٥٤؛ ابوداود: ٣١٩٩، وسنده حسن۔

چند مسنون دعائیں درج ذیل ہیں:

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا،اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ» ①

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ،وَاَبْدِلْہُ دَارًاخَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًاخَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًاخَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ»②

«اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ،فَاَعِذْہُ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِوَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ،اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ،اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ» ③

«اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ،کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ،اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْأً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِہٖ،اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ». ④

«اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» ⑤

---

① مالك فی الموطأ: ۱/ ۲۲۸ح۵۳۷ واسناده صحیح عن أبي هريره ﷛)موقوف

یہ دعا سیدنا ابو ہریرہ ﷛ معصوم بچے کی میت پر پڑھتے تھے۔

تنبیہ: اس سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا ہے دیکھئے: باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰة علی الجنازة، ابن ماجه: ۱٤۹۷۔ ② الترمذی: ۱۰۲٤ ، وسنده صحيح؛ وابوداود: ۳۲۰۱۔ ③ مسلم:۸۵/ ۹٦۳ ،وترقیم دار السلام: ۲۲۳۲۔ ④ ابن المنذر فی الاوسط ۵/ ٤٤۱ح ۳۱۷۳ وسنده صحيح؛وابوداود: ۳۲۰۲۔ ⑤ مالك فی الموطأ: ۱/ ۲۲۸، ح: ۵۳٦ ، واسناده صحيح عن أبي هريره ﷛، موقوف۔

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنهُمْ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ وَمَنْ أَبْقَيْتَهُ مِنهُمْ فَأَبْقِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ». ①

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذِهِ النَّفْسِ الْحَنِيفِيَّةِ الْمُسْلِمَةِ وَاجْعَلْهَا مِنَ الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهَا عَذَابَ الْجَحِيْمِ» ②

⑱ میت پر کوئی دعا موقت (خاص طور پر مقرر شدہ) نہیں ہے۔ ③

لہٰذا جو بھی ثابت شدہ دعا کر لیں جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول اور تابعین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر کئی دعائیں جمع کی جا سکتی ہیں۔

⑲ پھر تکبیر کہیں۔ ④ ⑳ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیر دیں۔ ⑤

---

① ابن أبي شيبة: ٣/ ٢٩٣، ح: ١١٣٦١، عن عبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ موقوف وسنده حسن۔ ② ابن أبي شيبة: ٣/ ٢٩٤، ح: ١١٣٦٦، وسنده صحيح، وهو موقوف علىٰ حبيب بن مسلمه رضی اللہ عنہ۔ ③ [ابن أبي شيبة: ٣/ ٢٩٥، ح: ١١٣٧٠، عن سعيد بن المسيب والشعبي: ١١٣٧١ عن محمد (بن سيرين) وغيرهم من آثار التابعين قالوا: ليس على الميت دعاء موقت (نحو المعنىٰ) وهو صحيح عنهم]

④ البخاري: ١٣٣٤؛ مسلم: ٩٥٢۔ ⑤ عبد الرزاق: ٣/ ٤٨٩، ح: ٦٤٢٨ وسنده صحيح، وهو مرفوع، ابن أبي شيبة ٣/ ٣٠٧، ح: ١١٤٩١، عن ابن عمر من فعله وسنده صحيح۔

تنبیہ: نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا نبی ﷺ اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنائز (ص ۱۲۷) میں بحوالہ بیہقی (۴۳/۴) نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام والی روایت لکھ کر اسے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے: ① حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے اور یہ روایت قبل از اختلاط نہیں ہے۔
② حماد مذکور مدلس ہیں دیکھئے: طبقات المدلسين (٤٥/ ٢) اور روایت معنعن ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ جو شخص جنازے میں دو سلام پھیرتا ہے وہ جاہل ہے جاہل ہے۔ (مسائل أبي داود ص ١٥٤ وسنده صحيح) ابراہیم نخعی سے ایک روایت میں نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام ثابت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۰۸ وسندہ حسن) لیکن بہتر یہی ہے کہ نماز جنازہ میں صرف ایک: دائیں طرف سلام پھیرا جائے۔

الطبعة الرابعة: مختصر صحیح نماز نبوی
زبیر علی زئی
(۲۰ صفر ۱۴۲۹ھ)

فهرس الأطراف

اس فہرست میں آیات، احادیث، آثار اور اقوال کی اطراف کے احادیث نمبر دیئے گئے ہیں۔
جہاں مصن لکھا ہوا ہے وہاں مراد مختصر صحیح نماز نبوی کا فقرہ نمبر ہے اور آخری باب (نماز کے بعد اذکار) کی صراحت کر دی گئی ہے۔

فهرس الرجال

[انتهی الکتاب والحمدللّٰه، ۱٤/ اکتوبر ۲۰۰۸ء]